

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

تفسیرِ ابنِ کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

1 | 2 | 3 | 4 | 5 | 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

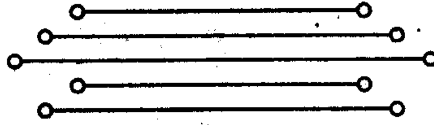


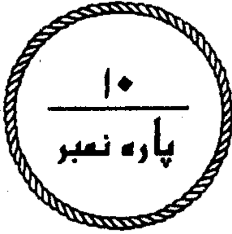
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㊶

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ کار: اللہ تعالیٰ یہاں مال غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اس نے خاص طور پر اس امت کے لئے حلال کیا ہے۔ اس سے قبل اگلی امتوں پر یہ حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر چڑھائی و حملہ کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور فئی وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آ جائے۔ مثلاً ان سے صلح کر کے کچھ مال بطورِ تاوان وصول کیا جائے وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو یا جزیہ یا خراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر علمائے سلف و خلف رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علماء غنیمت کا اطلاق ((فئی)) اور فئی کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت سے سورۂ حشر کی یہ آیت ﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ ﴾ [1] منسوخ ہوگئی ہے۔ اور اس طرح مالِ غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کو ملے گا جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول ﷺ، قرابت دار، یتیم، مساکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگ بدر کے بعد نازل ہوتی ہے اور وہ آیت ''بنو نضیر'' کے بارے میں اتری ہے اور علماء سیر و مغازی (تاریخ دانوں) میں سے کسی کو بھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصہ بنو نضیر جنگ بدر کے بعد کا ہے اور نہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ فئی اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فئی کے بارے میں اتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ فئی اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اس کی مرضی ہو ویسا کرے اس طرح ان دونوں آیات (آیتِ حشر اور آیتِ تخمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہیے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا دھاگہ ہی ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہوگا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [2] کہتے ہیں کہ خمس میں سے ربانی حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابو العالیہ ریاحی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے

[1] [سورة الحشر : آیت ٧]
[2] [سورة ال عمران : آیت ١٦١]

تھے' چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ ﷺ مٹھی بھر لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ ﷺ کا' ایک قرابت داروں کا' ایک یتیموں کا' ایک مسکینوں کا' ایک مسافروں کا' [1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا گویا وہ شروع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ ؐ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے پھر آپ ؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ ﴿اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے باقی حصے لشکریوں کے۔ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔ [2] حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضا مند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہے اور جو آپ ﷺ کا حصہ تھا وہ آپ ﷺ کی بیویوں کا ہے۔ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ ﷺ چاہیں لگائیں۔ مقدام بن معدی کرب' حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو درداء' حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے جو مال غنیمت میں سے ہیں یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦١١٧)]

[2] [بیهقی فی السنن الکبری (٦/٣٢٤۔ ٣٣٦) مسند ابویعلی (٧١٧٩) مجمع الزوائد (١/ ٤٨۔ ٤٩)]

دے دیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دونوں جہاں میں آگ ہے۔ قریب والوں سے دور والوں سے راہِ اللہ میں جہاد جاری رکھو شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہاد کرتے رہو۔ جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ [1] (مسند امام احمد)

یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے۔ [2] اس حصے میں سے رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرمالیا کرتے تھے لونڈی غلام، تلوار، گھوڑا وغیرہ۔ جیسے کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔ [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) صفیہ (رضی اللہ عنہا) بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ [4] ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنوزہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی (ﷺ) کا حصہ اور خالص حصہ کرتے رہو تو تم اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں ہو۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔ [5] پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے

---

[1] [صحیح بالشواهد: مسند احمد (۳۱۶/۵)] شواهد کے لیے دیکھیے: [مسند احمد (۳۲۳/۵-۳۲٤) ابن ماجه (۲۸۵۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۷٤/۵) السلسلة الصحیحة (۹۸۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲٦۹۹)]

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی فداء الاسیر بالمال (۲٦۹٤) نسائی: کتاب الهبة: باب هبة المشاع (۸۷۸۲) مسند احمد (۱۸٤/۲-۲۱۸)]

[3] [حسن: ترمذی: کتاب السیر: باب فی النفل (۱۵٦۱) ابن ماجه: کتاب الجهاد: باب السلاح (۲۸۰۸) مسند احمد (۲۷۱/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲٤٤۵)] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الخراج: باب ماجاء فی سهم الصفی (۲۹۹٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الخراج: باب ماجاء فی سهم الصفی (۲۹۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اکثر بزرگوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کے خواص میں شمار کیا ہے' صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کرسکتا ہے۔ جیسے کہ مال فئی میں اسے اختیار رہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا اور معلوم ہوگیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور اکرم ﷺ کا حصہ تھا اسے اب آپ ﷺ کے بعد کیا کیا جائے؟ بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صَرف ہوگا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہوگا یعنی قرابت دار' یتیم' مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا مختار یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابتداروں کا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین علیہما السلام کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں امام حسن بن محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا' آخرت کا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے بعد کیا ہوا؟ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حضرت ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو' ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے' اسی طرح خلافت صدیقی وفاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے۔

اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولادِ عبدالمطلب نے اولادِ ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کرلیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے۔ اور آپ ﷺ کی حمایت میں تھے ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے اور ان میں سے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے۔ ہاں بنو عبدشمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کرچکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریبی

قرابت دار تھے۔ کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا' ان بیوقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقع پر حضرت جبیر بن معطم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے بنوالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ ﷺ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! بنو ہاشم اور بنوالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ [1] بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ [2] یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنوالمطلب ہیں' بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقراء ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسین رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استفتاء کیا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہما نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں [3] (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا' خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اس کے روای ابراہیم بن مہدی کو امام ابوحاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں لاتے ہیں۔ [4] واللہ اعلم۔

آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورۂ براءت کی آیت ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ﴾ کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے بجا لاؤ یعنی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فرض الخمس : باب ومن الدلیل علی ان الخمس (۳۱۴۰) ابوداؤد : کتاب الخراج : باب فی بیان مواضع قسم الخمس (۲۹۷۸) مسند احمد (۸۱/۴)]

[2] [صحیح : ابوداؤد (۲۹۸۰) صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب النسآء الغازیات (۱۸۱۲)]

[4] [دیکھئے : میزان الاعتدال (۶۸/۱)]

مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا' زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ [1] پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو وارد فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے' وللہ الحمد والمنۃ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی اکرم ﷺ کی اور آپ ﷺ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا۔ کلمہ ایمان کلمہ کفر پر چھا گیا۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہوگئی' بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے۔ جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول ﷺ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تھی' باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ستر سے کچھ اوپر اوپر تو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ غزوے اور سیرت کی کتابوں والوں کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ ہاں یزید بن ابو حبیب رحمہ اللہ جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے' واللہ اعلم۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ
تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ
مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا' اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلافات میں پڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا' تا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب اداء الخمس من الایمان (۵۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بالایمان باللہ تعالی (۱۷) نسائی : کتاب الایمان : باب اداء الخمس (۵۰۴٦) ابوداؤد : کتاب الاشربہ : باب فی الاوعیۃ (۳٦۹۲) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی اضافۃ الفرائض الی الایمان (۲٦۱۱) مسند احمد (۱/۲۲۸)]

کہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جائے جو دلیل سے جیتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

جنگ بدر کا مقام اور قافلہ ابوسفیان کا ذکر: فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینے شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے۔ اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی رخ دریا کی طرف تھا۔ اگر تم اور کفار قریش سے پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرتِ تعداد اور کثرتِ اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اس لئے قدرت نے بغیر پہلے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی حاصل ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا اللہ پاک کر گزرا۔ چنانچہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے دشمن سے مڈھ بھیڑ کرا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ابوسفیان ملک شام سے قافلے کو لے کر چلا۔ ابو جہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکے سے نکلا قافلہ اور راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو گئی۔ اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ان کا اور انہیں ان کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابو الزغباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحاء کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسرے سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے میں تجھے تیرے حق دے دوں گی۔ مجدیٰ بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے اکیلا پہنچا اور مجدیٰ بن عمرو سے کہا کہ اس کنویں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سن کر اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں، وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا۔ جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو بدر تک ضرور جائیں گے، یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا، وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے، شرابیں پئیں گے، کباب بنائیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے

خوف زدہ رہیں لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنوزہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلہ نے اس کی مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنوعدی بھی۔ [1] بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ انہیں بنوسعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنویں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز میں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ قریش کے سقّے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا۔ کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور ﷺ نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ! یہ سچے ہیں قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف ٹیلے کے پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آخر کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتلا سکتے ہو کہ ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سردار قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر بن نوفل' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل' امیہ بن خلف' منبہ بن حجاج' سہیل بن عمرو' عمرو بن عبدود' یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا لو! مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔ [2]

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنادیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمد اللہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ﷺ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور ﷺ نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی

---

[1] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۳۱، ۳۳)]

[2] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۴۲، ۴۳)] مزید دیکھئے: صحیح مسلم (۱۷۷۹) ابوداؤد (۲۶۸۱) مسند احمد (۳/۲۱۹-۲۲۰)]

تھے اور کوئی نہ تھا۔ [1] صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرت ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل الٰہی دیکھ لیں گو کفر پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مڈبھیڑ کرادی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو بالکل ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایماندار بنے' ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصل ہلاکت ہے جیسے فرمانِ قرآن ہے ﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ [2] وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے جلا دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یعنی بہتان میں حصہ لیا۔ [3] اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع و زاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو' تم مستحق امداد ہو' تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع

جب کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی' اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے ○ جب کہ اس نے بوقتِ ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا' سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ○

جنگ بدر میں کفار اور مسلمانوں کی تعداد: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی' آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ ﷺ سوتے تھے۔

[1] [بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۴٤)]

[2] [سورة الانعام : آیت ۱۲۲]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب کان النبی اذا لم یقاتل اول النهار (۲۹٦٦) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب کراهة تمنی لقاء العلو والامر (۱۷٤۲)]

لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں ((مَنَامَ)) کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچالیا اوران کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ اللہ پاک دلوں کے بھید سے سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد کم کر کے دکھائی۔ خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر بھی مہربانی فرمائی کہ بوقتِ جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے۔ اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر کود پڑے۔ تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ﴾ [1] میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک سی ہیں۔ کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾

اے ایمان والو جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ○ اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر وسہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

چند آداب جنگ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کی شجاعت سکھا رہا ہے۔ ایک غزوے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا لوگو! دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے

[1] [سورۃ ال عمران : آیت ۱۳]

نازل فرمانے والے! اے بادلوں کے چلانے والے! اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے اللہ تعالیٰ! ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما[1] (بخاری و مسلم)۔ عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گو وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔[2] طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے تلاوت قرآن کے وقت' جہاد کے وقت' اور جنازے کے وقت'[3] اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا رہے[4] یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت کی تلاوت فرمائی۔ تو جریج رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہاں۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ رحمہ اللہ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ وجدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس آیت میں جناب باری تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر وسہار کرنے کا حکم دیا کہ نامردی' بزدلی' بھاگ اور ڈرپوکی نہ برتو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' اسے نہ بھولو' اس سے فریاد کرو' اس سے دعائیں کرو' اسی پر بھروسہ رکھو اس سے مدد طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو وہ جو فرمائیں بجالاؤ جن سے روکیں رک جاؤ آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بزدلی جم جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی۔ قوت اور تیزی جاتی رہے گی اقبال وترقی رک جائے گی۔ دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال اگلوں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد و السیر: باب الجنة تحت بارقة السیوف (۲۸۱۸ـ ۲۸۳۳) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کراهیة تمنی لقاء العدو (۱۷۴۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی کراهیة تمنی لقاء العدو (۲۶۳۱)]

[2] [ضعیف: مصنف عبد الرزاق (۹۵۱۸) بیهقی فی السنن الکبری (۱۵۳/۹) ابن ابی شیبة (۴۶۳/۱۲)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (۵۱۳۰) ابن جوزی فی العلل (۹۰۹)] اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔]

[4] [ضعیف: ترمذی: کتاب الدعوات (۳۵۸۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفه (۳۵۸۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

میں بھی نہیں پیچھے والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ یہی شجاعت یہی اطاعتِ رسول ﷺ یہی صبر و استقلال تھا جس کے باعث مددِ رب شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں کے ہی مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں کو ترکوں اور صقالبہ کو بربریوں اور حبشیوں کو سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گوروں کالوں کو دبا لیا اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کیا دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی انہیں کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم و وہاب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾

ع

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خودنمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے گھیر لینے والا ہے ○ جب کہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں، میں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے ○ جب کہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلا شک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے ○

جنگ بدر میں ابلیس کی حرکت: جہاد میں ثابت قدمی، نیک نیتی، ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر وغرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابوجہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا اب لوٹ کر واپس چلنا چاہیے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ! کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں گے کباب کھائیں گے، گانا سنیں گے، تا کہ لوگوں میں شہرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قربان جائیے کہ ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھے میں ذلت کے ساتھ ٹھوس دیئے گئے۔ اللہ

تعالیٰ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا۔ پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ رسولوں کے سرتاج سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی تھیں باجے گاجے بھی تھے' شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انہیں پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت بھلا دکھا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے؟ ان کے دل سے بنو بکر کا مکے پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے' نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے' بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور اپنے لشکر کو لے کر مشرکوں کے ساتھ ہوا۔ ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار ہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی۔ جب میدان جنگ میں صف بندی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے۔ اور ان میں بھگدڑ رچ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ ہوں اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہوگئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف (حضرت) میکائیل (علیہ السلام) اور یہ ہیں (حضرت) اسرافیل (علیہ السلام) تینوں مع اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمہیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن

---

[1] [منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦١٩٨)]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے۔]

ہشام چونکہ اسے سراقہ سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینہ میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ [1] طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پورے تیار ہو کر جاؤ۔ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے۔ سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا۔ اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے؟ شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ربانی لشکر مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لئے تھے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس بات میں تھا وہ بھی سچا۔

پھر کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرائیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں۔ وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں رب کا خوف کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا۔ یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ جب کام نتھر جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں میں خود جھوٹا میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آ سکو اس سے پہلے جو تم مجھے شریک رب بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں۔ یقین مانو کہ ظالموں کے لئے دکھ کی مار ہے۔ حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بے شک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے [2] انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو۔ ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب تک وہ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں واقدی اور مولی ابن عباس ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : بیہقی فی دلائل النبوۃ (۳/ ۵۲۔ ۵۳)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ ابوجہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ۔ یہ تو محمد (ﷺ) کی طرف سے سیکھا پڑھا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے کوئی گھبرانے کی بات نہیں لات وعزیٰ کی قسم! آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سمیت گرفتار کرلیں گے نامردی نہ کرو دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو دیکھو خبردار! انہیں قتل نہ کرنا زندہ پکڑنا تاکہ آج انہیں دل کھول کر سزا دیں۔ یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جادوگرو یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر، ذلیل، رسوا اور درماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں، ہاں بدر کے دن کی اس کی ذلت ورسوائی کی کچھ نہ پوچھو جب کہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں آرہی ہیں۔[1] جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آگئیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہوں میں کم جچنے لگے اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی ایک ہی دم یہ چور ہو جائیں گے پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر ہلاتے رہ جائیں گے۔ اللہ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے جو حکمت کا مالک ہے اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے۔ دشمن رب ابوجہل ملعون ٹیلے پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے بس آج سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے عامر شعبی کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے دن میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی ابوقیس بن ولید بن مغیرہ اور ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زمعہ بن اسود بن المطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج، یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت وشان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آکر مسلمانوں کا

---

[1] [مرسل: مؤطا: کتاب الحج (۱/ ۴۲۲)، (۲۴۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۲۰۴)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کمزور جتھا دیکھ کر انہوں نے یہ کہا۔ جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے وہ اسے ذی عزت کر دیتا ہے۔ کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے، وہ بڑا ذی شان ہے، وہ سچا سلطان ہے، وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ
وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ۙ

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو○ سبب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں○

موت کے وقت کفار کے ساتھ فرشتوں کا سخت رویہ: کاش کہ تو اے پیغمبر ﷺ! دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے۔ فرشتے ان کا خوب بھرتہ بنا رہے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ [1] حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورۂ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورۂ انعام کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ [2] میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گزر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ انہیں خوب مار مارتے ہیں ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے غضب رب ہے اور عذاب الٰہی ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جب کہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح! چل گرم ہواؤں اور گرم پانی اور گرم سائے کی طرف۔ پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے آخر اسے جراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آجاتے ہیں۔ [3] فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھو۔ یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٢٢٠)] [2] [سورة الانعام: آیت ٩٣]

[3] [حسن: مسند احمد (٤/٢٨٧۔ ٢٨٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٤٦٢٠)] حافظ زبیر علی زئی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔]

ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے برکت وبلندی غنا اور پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی حرام کردیا ہے پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے۔ میرے بندو! میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوئے ہوں بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے آپ کو ہی ملامت کرو۔ [1]

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا اللہ تعالیٰ قوت والا اور سخت عذاب والا ہے ○

گناہوں کے سبب عذاب کا شکار: ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے۔ مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو نہ مانا جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان پر آ گئی۔ تمام قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جو اس پر غالب آ سکے کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ
وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا
ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدلیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ○ مثل حالت فرعونیوں کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا یہ سارے ستم گار تھے ○

گناہوں کے سبب انعامات سے محرومی: اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔ جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا

---

[1] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (۲۵۷۷) ترمذی : كتاب صفة القيامة (۲٤۹۵) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر التوبة (٤۲۵۷) مسند احمد (۱٦۰/۵)]

ہے پھر اس کے ارادے کو کوئی لوٹا نہیں سکتا نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ [1] تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات، چشمے، کھیتیاں، خزانے، محلات اور نعمتیں جن میں وہ بدمست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارے میں انہوں نے اپنا برا آپ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

تمام جانداروں سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں ○ جن سے تو نے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے ○ پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں ○

کفار کو سخت ترین مار مارو: زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ان سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں۔ جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول و قرار کیا ادھر پھر گئے۔ ادھر قسمیں کھائیں ادھر توڑ دیں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

خیانت اور وعدہ خلافی قابلِ مذمت: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابری کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تا کہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر کر دو۔ اللہ تعالیٰ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی تم خیانت نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو سرحد روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدتِ صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے وعدہ وفائی کرو غدر درست نہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو جب تک کہ مدتِ صلح ختم نہ ہو

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۱۱]

جائے یا اطلاع دے کر عہد نامہ چاک نہ ہو جائے۔ جب یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ [1] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں بلاتے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا میں بھی انہیں میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں۔ جب کہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی۔ [2]

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے، یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے ○ تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ انہیں خوب جان رہا ہے، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں تم صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا ○

جنگ کی تربیت حاصل کرنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب انکی پکڑ پر قادر نہیں۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضے وقدرت میں ہیں وہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہرا نہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (٤/١١١-١١٣) مسند طیالسی (١١٥٥) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الامام یکون بینه (٢٧٥٩) ترمذی: کتاب السیر: باب ماجاء فی الغدر (١٥٨٠) نسائی فی السنن الکبری (٨٧٣٢) بیهقی (٢٣١/٩)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف**: مسند احمد (٤٤٠/٥) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی الدعوة قبل القتال (١٥٤٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابو البختری (اور سلمانؓ) کے درمیان انقطاع ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٣٧٢٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

دے یہ تو یونہی سی پونجی ہے' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو برا بستر ہے۔ پھر مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت وطاقت جو گھوڑے' لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا' [1] فرماتے ہیں تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑ سواری سے بہتر ہے۔ [2] فرماتے ہیں گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں' ایک تو اجر وثواب پانے والے' ایک نہ تو ثواب نہ عذاب ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے اس کا گھوڑا تو چرے چگے چلے پھرے جو کرے اس پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں بھاگ جائے تو بھی اس کے نشاناتِ قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہر پر گزرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو تو ہم سے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پرواہ ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ' تیسرا وہ شخص جس نے فخر وریا کے طور پر پالا ور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے۔ وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ [3] اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ رحمٰن کے' شیطان کے اور انسان کے' اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے دو ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں۔ [4] اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑ سواری سے افضل ہے' امام مالک رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں بھی آ چکا ہے۔ حضرت معاویہ بن خدیج' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھے اپنے بندوں

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فضل الرمی والحث علیه (۱۹۱۷) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب الرمی سبیل الله (۲۸۱۳) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی الرمی (۲۵۱٤)]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (۱٤۸/٤) ترمذی (۱٦۳۷) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب الرمی فی سبیل الله (۲۸۱۱) مستدرك حاکم : کتاب الزکاة (۹۵/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۳۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المساقاة : باب شرب الناس وسقی الدواب من الانهار (۲۳۷۱) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اثم مانع الزکاة (۹۸۷)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۳۹۵/۱) الترغیب (۱۸۷۷)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی دیگر شواہد کی بنا پر یہ روایت صحیح ہے)۔[الموسوعة الحدیثیة (۳۷۵٦)]

میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ [1] ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔ [2] اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ [3]

فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں۔ یعنی بنو قریظہ، فارس، اور محلوں کے شیاطین ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ایک منکر حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا، [4] لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافقت بھی لی گئی ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمانِ رب ہے ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ﴾ [5]۔

تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملے گا۔ [6] جیسے کہ آیت ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ﴾ [7] میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ اتری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۶۲/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۴۴۲)]

[2] [صحیح موقوف: مسند احمد (۱۷۹/٤) طبرانی کبیر (۵۶۲۳) نسائی (۲۲۳/۶)، (۳۶۰۹) ابوداؤد (٤۰۸۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح موقوف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱٤۹۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب الخیل معقود بنو اصیها الخیر الی یوم القیامة (۲۸۵۰)، (۳۱۱۹) صحیح مسلم: کتاب الامارة: باب فضیلة الخیل (۱۸۷۳) ابن ماجه: کتاب التجارات: باب اتخاذ الماشیة (۲۳۰۵) ترمذی: کتاب الجهاد: باب ماجآء فی فضل الخیل (۱۶۹٤)]

[4] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۸۹/۱۷) ابن عدی فی الکامل (۳/۳۶۰)] اس کی سند میں سعید بن سنان راوی ضعیف ہے۔[کما فی مجمع الزوائد (۱۱۰۳۰)]

[5] [سورة التوبة: آیت ۱۰۱]

[6] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی تضعیف الذکر فی سبیل الله (۲٤۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔]

[7] [سورة البقرہ: آیت ۲۶۱]

اس کے ساتھ سلوک کرو۔[1] یہ روایت غریب ہے اور یہ ابن ابی حاتم میں ہے۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ' یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے ○ اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے ○ ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ عزتوں' حکمتوں والا ہے ○

بوقت ضرورت کفار سے صلح کا جواز: فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب اختلاف ہوگا یا اور امر پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا[2] (مسند احمد)۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن اس میں تأمل ہے۔ سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورۂ براءت کی آیت سیف ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم اطاعت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلاشک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح رسول اللہ ﷺ نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخیت نہیں' واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھ وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ اللہ تعالیٰ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی تیری

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۹۱۱۴/۵)] اس کی سند میں جعفر راوی غیر قوی ہے۔]

[2] [**ضعیف**: زوائد المسند (۹۰/۱)، (۶۹۵) مجمع الزوائد (۱۲۰۲۳)] اس کی سند میں فضیل بن سلیمان ضعیف اور ایاس بن عمرو مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا' تو گو روئے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت و محبت پیدا نہ کرسکتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دی۔ ان کی صدیوں کی پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس و خزرج' انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نورِ ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ [1] بخاری و مسلم میں ہے کہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا' تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ ﷺ کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ [2] الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت و حکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا ناامید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔

جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں' بلکہ تیرا حقیقی رشتہ دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہی ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھی توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رشتہ داریاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کرسکتا' پھر آپ ﷺ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔ عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی آپ رحمہ اللہ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بہ خندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے۔ میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے۔ فرمایا یہ نہ کہو الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۰۳]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوہ الطائف (۴۳۳۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب اعطاء المؤلفة قلوبھم علی الاسلام (۱۰۶۱)]

تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملہ کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔ [1]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

اے نبی تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں ○ اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں ○ اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

جہاد و قتال کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سرو سامان اور مٹھی بھر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی بس ہیں۔ پھر اپنے

[1] [حسن: طبرانی کبیر (٦١٥٠) الترغیب والترھیب (٤٠١٢) مجمع الزوائد (٣٧/٧)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے سالم بن غیلان کے اور وہ ثقہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ البتہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو سخت ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (١٦٢٨) السلسلة الضعیفة (٦٦٦٣)]

نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ صف بندی کے وقت، مقابلے کے وقت برابر فوجوں کے دل بڑھاتے۔ بدر کے دن فرمایا اٹھو! اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی ہے۔ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔ وہ اٹھتے ہیں، دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں رہنا مجھ پر شاق ہے۔ انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ اللہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔ [1] ابن المسیب رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے۔ جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گزرا ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی۔ اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا الخ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں۔ پس گرانی گزرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا۔ [2] (مستدرک حاکم)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب ثبوت الجنۃ للشہید (۱۹۰۱)]

[2] [ضعیف: مستدرک حاکم (۲/۲۳۹)] اس کی سند میں سلام بن سلیمان راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ آخرت کا ہے اللہ تعالیٰ ہے زور آور باحکمت ○ اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی' پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے دبتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ○

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشاورت: مسند احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے' بتلاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری رائے میں تو آپ ﷺ ان کی خطا سے در گزر فرما لیجئے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے۔ اب آپ ﷺ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ [1] اسی سورت کے شروع میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کی قوم کے ہیں' آپ ﷺ والے ہیں انہیں زندہ چھوڑا جائے ان سے توبہ کرالی جائے کیا عجیب کہ کل اللہ تعالیٰ کی ان پر مہربانی ہو جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ ہیں آپ ﷺ کے جھٹلانے والے' آپ ﷺ کے نکال دینے والے حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس میدان میں درخت بکثرت ہیں آگ لگوا دیجئے اور انہیں جلا دیجئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے آپ ﷺ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض نرم دل ہوتے ہیں دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سخت ہوتے ہیں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال تو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ [2] اور تمہاری مثال (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) جیسی ہے جو کہیں گے کہ اے اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے [3] اور اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال (حضرت) نوح (علیہ السلام) جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔ [4] سنو! تمہیں اس وقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن

---

[1] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۳/ ۲۴۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۵۵۵)]

[2] [ابراھیم: ۳۶] [3] [المائدہ: ۱۱۸] [4] [نوح: ۲۶]

مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کو اس سے مخصوص کرلیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ واللہ! میں سارا وقت خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مگر سہیل بن بیضاء اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی، مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ [1] ان قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ ﷺ کو بھی یہ حال معلوم تھا۔ آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ! ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر یہ ہے تو آپ انہیں لے جایئے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہو جاؤ واللہ! تمہارے اسلام لانے کی مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضور ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبے کے لوگ ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انہیں سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ ﷺ نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کرلیں اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے [3] (ترمذی، نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے صحابیو! اگر چاہو تو انہیں قتل کرو اور اگر چاہو تو ان سے زرفدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائیں گے۔ پس ان ستر (۷۰) شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ یہ روایت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لئے مالِ غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۳۸۳/۱) مستدرك حاكم (۲۱/۳) ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الانفال (۳۰۸٤)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حسن ہے اور ابوعبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مستدرك حاكم (۳۲۹/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: ترمذی: كتاب السير: باب ماجآء فی قتل الاسارى الفداء (۱٥٦۷) نسائی فی السنن الكبرى (۸٦٦۲) صحيح ابن حبان (٤۷۹٥) ابن ابی شيبة (۳٦۸/۱٤ - ۳٦۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشكاة (۳۹۷۳) ارواء الغليل (٤۸/٥)]

فرمادیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسی طرح پہلے سے اللہ تعالیٰ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور اسی کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی' میرے لئے زمین پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی' مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں' مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی' ہر نبی خاصۃً اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] آپ ﷺ فرماتے ہیں کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔ [2] پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ [3] پس جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار رہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور علماء کرام کی ایک جماعت کا ہے گو اوروں نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بسط کی جگہ نہیں۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۱) مسند احمد (۳۸۳/۵)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الانفال (۳۰۸۵) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۰۹) صحیح ابن حبان (۴۸۰۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۱۵۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجہاد : باب فی فداء الاسیر بالمال (۲۶۹۱) مستدرک حاکم (۱۴۰/۳) بیہقی (۶۸/۹)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ﴿ اربعمائۃ ﴾ کے الفاظ کے علاوہ حدیث صحیح ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اے نبی (ﷺ) اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ہی ○ اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا' اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے ○

جیسی نیت ویسا بدلہ: بدر والے دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی۔ پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابوالبختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی قتل نہ کیا جائے' اسے بھی بادل ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔ اس پر ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو' اپنے بچوں کو' اپنے بھائیوں کو' اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیں؟ واللہ! اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوحفص رضی اللہ عنہ! کیا رسول اللہ (ﷺ) کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ! وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے اب تک ڈر ہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے چچا کی آہ وبکا کی آواز میرے کانوں میں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت اس کی قید کھول دی تب آپ ﷺ کو نیند آئی۔ [2] انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا یہ بہت مالدار تھے انہوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیہ میں دیا۔ بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے چچا عباس کو بغیر کوئی زرفدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ لینا۔ پورا فدیہ لو۔ [3] قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۱۴۰، ۱۴۱)]

[2] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۱۴۱)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب اذا اسراخو الرجل (۲۵۳۷)]

حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ! میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے سفر میں کام آ گیا تو یہ مال بنو الفضل اور عبد اللہ اور قثم کا ہے۔ اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ ! میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس دفینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ ﷺ کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دے گا۔ [1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا اترا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضور اکرم ﷺ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوایئے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکار کیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ [2] آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ ﷺ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سوحصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ [3] مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآب ﷺ میں پہنچا وہ اسی (۸۰) ہزار کا تھا آپ ﷺ نماز ظہر کے لئے وضو کر چکے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ للہ لٹا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لو اس میں سے لے لو اور گٹھری باندھ کر لے جاؤ۔ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ [4] یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا اتنا مال حضور اکرم ﷺ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا

---

[1] [حسن : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۱٤۲، ۱٤۳) مستدرك حاكم (۳/۳۲٤) بیهقی فی السنن الكبری (٦/۳۲۲)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳۳٥)] اس میں ابن اسحاق مدلس ہے اور تصریح بالسماع نہیں۔]

[3] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳٤۰)]

[4] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳۳۷)]

سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا۔ اورنماز کی اذان ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہوگئے مسجد کے نمازی بھی آ گئے پھر حضور اکرم ﷺ نے ہر ایک کو دینا شروع کیا نہ تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور نہ شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ذرا اونچا کرا دیجئے۔ آپ ﷺ کو بے اختیار ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کہ کچھ کم کر دو جتنا اٹھے اتنا ہی لو۔ چنانچہ کچھ کم کیا اور اٹھ کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی انشاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا' یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ برابر اس مال کی تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ ﷺ نے اپنے اہل کو اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دی۔ پھر نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ [1] دوسری حدیث' حضور اکرم ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو پھر نماز کے لئے آئے کسی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے' اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھری باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا' کہا اچھا آپ ﷺ ہی ذرا اٹھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو بادل ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی نگاہیں جب تک یہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے انہیں پر رہیں۔ پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ ﷺ وہاں سے اٹھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغے کے ساتھ وارد کی ہے۔ [2] اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا' جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت انہیں تیرے قابو میں کر دیا ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ کرتا ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔

---

[1] [مستدرك حاكم (٣٢٩/٣)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الجزية: باب ما اقطع النبی من البحرين (٣١٦٥) بیھقی فی السنن الکبری (٣٥٦/٦)]

عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی رحمہ اللہ نے اسے عام اور سب کو شامل کہی ہے، یہی ٹھیک بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں، ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے، تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے ○

انصار، مہاجر اور غیر مہاجر صحابہ: مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا اپنے گھر بار، مال تجارت، کنبہ قبیلہ، دوست احباب چھوڑے اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا، ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی، ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہوگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں اور فتح مکہ کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی وارث ہیں قیامت تک' [1] اور روایت میں ہے دنیا اور آخرت میں۔ [2] مہاجر اور انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، فرمان ہے ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ﴾ الخ [3] پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور وہ اس

---

[1] **صحیح:** مسند احمد (٤/٣٦٣) طبرانی کبیر (٢٢٨٤، ٢٣٠٢) ، (٢/٣١٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٢١٥)]

[2] [**ضعیف:** مسند ابو یعلی (٥٠٣٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں عکرمہ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [سورة التوبة: ١٠٠]

سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِیِّ﴾۔ [1] نبی اکرم ﷺ پر اور ان مہاجرین وانصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپ ﷺ کی اتباع نہ چھوڑی۔

اور آیت میں ہے ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ﴾۔ [2] ان مہاجر محتاجوں کے لئے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنہوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا۔ یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین انصار پر مقدم ہیں۔ علماء کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کو پسند فرمایا۔ [3]

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے وطن ترک نہیں کیا انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنا مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو، اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کرلیں انہیں اختیار ہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کرلو اور انہیں کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں، تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجرین پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فئی اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں۔ اگر یہ قبول کرلیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں دشمنانِ دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار! تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔

---

[1] [سورة التوبة: ١١٧]　　[2] [سورة الحشر: ٨، ٩]

[3] [ضعیف: مسند بزار (٢٧١٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡہُ تَکُنۡ فِتۡنَۃٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ ﴿۷۳﴾

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا ○

کفار سب ایک دوسرے کے دوست: اوپر مسلمانوں کی کارسازی اور رفاقت وولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں سے دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی[1] بخاری و مسلم میں بھی ہے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔[2] سنن وغیرہ میں ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔[3] اسے امام ترمذی رحمہ اللہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ ﷺ نے عہد کیا کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا[4] یہ روایت مرسل ہے۔

اور مفصل روایت میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ کیا یہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔[5] ابوداؤد میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہی جیسا ہے۔[6] ابن مردویہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول، رسولوں کے سر تاج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو

---

[1] [مستدرك حاكم (٢/ ٢٤٠)] اسے امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے۔]

[2] [**صحیح** : صحيح بخاري : كتاب الفرائض : باب لايرث المسلم الكافر (٦٧٦٤) صحيح مسلم : كتاب الفرائض : باب لايرث المسلم الكافر (١٦١٤) ترمذى : كتاب الفرائض (٢١٠٧) ابن ماجه : كتاب الفرائض (٢٧٢٩) ابوداؤد : كتاب الفرائض (٢٩٠٩) مسند احمد (٥/ ٢٠٠)]

[3] [**صحیح** : ابوداؤد (٢٩١١) نسائى فى السنن الكبرى (٦٣٨٤) ابن ماجه : كتاب الفرائض : باب ميراث اهل الاسلام من اهل الشرك (٢٧٣١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابو داود ، ارواء الغليل (٦/ ١٢٠)]

[4] [**صحیح بالشواهد** : تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٣٥٣)]

[5] [**صحیح** : ابوداؤد : كتاب الجهاد : باب النهى عن قتل من اعتصم بالسجود (٢٦٤٥) نسائى : كتاب القسامة : باب القود بغير حديدة (٤٧٩٤) ترمذى : كتاب السير : باب ماجآء فى كراهية المقام (١٦٠٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ابوداود ، ارواء الغليل (١٢٠٧)]

[6] [**صحیح** : ابوداؤد : كتاب الجهاد : باب فى الاقامة بارض المشرك (٢٧٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابوداود]

اس کے نکاح میں دے دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! گو اس میں کچھ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کردو۔ تین بار یہی فرمایا۔ [1] آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے یکسوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں' اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں' ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○

ہجرت و جہاد والے لوگ ہی حقیقی مومن: مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی' ہیشگی والی طیب وطاہر ہوگی' قسم قسم کی لذیذ' عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ان کی اتباع کرنے والے ایمان وعمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ جیسا کہ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ [2] اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ [3] میں فرماتا ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ [4] دوسری حدیث میں ہے جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی ہے۔ ایک روایت

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه (١٠٨٤) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب النهی عن التبتل (١٩٦٧) مستدرك حاکم (٢/١٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (١٨٦٨) السلسلة الصحیحة (١٠٢٢)]

[2] [سورة التوبة: آیت ١٠٠]

[3] [سورة الحشر: آیت ١٠]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب علامة الحب فی الله (٦١٦٧) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب المرء مع من احب (٢٦٤٠)]

میں ہے اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ [1] مسند احمد کی حدیث گزر چکی ہے کہ مہاجر وانصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔ [2] پھر اولوالارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں۔ جیسے خالہ' ماموں' پھوپھی' نواسے' نواسیاں' بھانجے' بھانجیاں وغیرہ۔ بعض کا یہی خیال ہے کہ وہ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتلاتے ہیں' یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' عکرمہ' حسن' قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے حلیفوں کے باہم وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذی الارحام کو شامل ہو گی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں۔ سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلوا دیا ہے پس کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں' [3] وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سورۂ انفال کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

تفسیر سورہ توبہ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا○ پس (اے مشرکو) تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے○

---

[1] [طبرانی صغیر (٨٧٤) مجمع الزوائد (١٠/٢٧٩)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٤/٣٦٣) الموسوعة الحديثية للشعيب ارناؤوط (١٩٢١٥)]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجآء فی الوصية للوارث (٢٨٧٠) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب لاوصية لوارث (٢٧١٣) ترمذی : کتاب الوصایا : باب ماجآء لا وصية لوارث (٢١٢٠) مسند طیالسی (١١٢٧) مسند احمد (٥/٢٦٧) سعید بن منصور (٤٢٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (١٧٢٠) ارواء الغلیل (٦/٨٧) صحیح ابن ماجه (٢١٩٣) المشکاة (٣٠٧٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢٢٩٤)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

مشرکوں سے برائت کا اعلان: یہ سورت سب سے آخر رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت ﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾ [1] اتری۔ اور سب سے آخر سورت سورۂ براءۃ اتری ہے۔ [2] اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھی تھی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے؟ جو آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورہ براءۃ کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور اکرم ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں۔ جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورۂ انفال مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ براءۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھا اور ان کے درمیان ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔ [3] اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اترا جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ مکرمہ روانہ فرمایا کہ مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورۂ براءۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کے نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچا دیں، جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے انشاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمان کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ [4] ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان کا

---

[1] [سورۃ نساء: آیت ۱۲۷]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٦٥٤) صحیح مسلم: کتاب الفرائض (١٦١٨)]

[3] [**ضعیف**: ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب من جھر بھا (٧٨٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ التوبۃ (٣٠٨٦) مسند احمد (١/٥٧۔ ٦٩) صحیح ابن حبان (٤٣) نسائی فی السنن الکبری (٨٠٠٧) مستدرک حاکم (٢/٢٢١)] اس کی سند میں یزید فارسی راوی مجہول ہے۔ شیخ احمد شاکر مسند احمد پر تعلیق لگاتے ہوئے اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (١٦٨) ضعیف ترمذی (٥٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورۃ التوبۃ: آیت ٤]

عہد نبھاؤ۔ حدیث میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں۔ [1] گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور اکرم ﷺ کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کر لیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آ جائیں۔ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں، گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے۔ [2] قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ ﷺ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک اور مشرک کو مہلت ہے اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائے گی بیس دن ذی الحجہ کے، محرم پورا، صفر پورا، اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے۔ [3] زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں شوال سے محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب ہے اور سمجھ سے بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۟ۙ ③

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے، اور اس کا رسول (ﷺ) بھی، اگر اب بھی تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے، کافروں کو دکھ کی مار کی خبر پہنچا دے ○

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳۸٤) مستدرك حاکم (۳۳۱/۲) نسائی فی التفسیر (۲۳٤) دارمی (۳۳۲/۱) ابن حبان (۳۸۰۹) مسند احمد (۲۹۹/۲)] امام حاکم اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳۷٦)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۳۷۷)]

حج اکبر کے دن کا مفہوم: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے دن یعنی عید قربان کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ بیزار اور الگ ہیں اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے توبہ کر لو نیک بن جاؤ اسلام قبول کر لو شرک و کفر چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو دبا سکتے ہو وہ تم پر قادر ہے تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا دے گا اور آخرت میں بھی عذاب کرے گا۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے بھیجا ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورۂ براءۃ کا اعلان کر دیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہی احکام کی منادی کی۔ [1] حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ [2] حنین کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا پھر اس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ براءت کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد بھی حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہی رہے۔ لیکن اس روایت میں غربت ہے۔ [3] عمرۂ جعرانہ والے سال امیرِ حج حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو ۹ ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریانی کی حالت میں نہیں کر سکے گا۔ جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا پڑ گیا [4] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الصلاة: باب مايشر فى العورة (٣٦٩) و كتاب التفسير (٤٦٥٦) صحيح مسلم: كتاب الحج: باب لا يحج البيت مشرك ولا يطوف (١٣٤٧) نسائی: كتاب المناسك (٢٩٥٧) ابوداؤد: كتاب المناسك (١٩٤٦)]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الجزية: باب كيف ينبذ الى اهل العهد (٣١٧٧)]

[3] [مرسل: عبد الرزاق فى التفسير (١٠٣٧)]

[4] [حسن: مسند احمد (٢٩٩/٢) ابن حبان (٣٨٠٩) النسائی فى التفسير (٢٣٤) دارمی (٣٢/١، ٣٣٣) تفسير ابن جرير الطبری (١٦٣٨٤) مستدرك حاكم (٣٣١/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٧٩٧٧)]

نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔ [1]

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براءۃ کا اعلان کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ براءۃ کی دس آیتیں جب اتریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انہیں لے جاؤ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم جاؤ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انہیں پڑھ کر سنانا۔ میں چلا جحفہ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی۔ آپ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام آپ خود پہنچایئے یا اور کوئی شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو۔ [3] اس سند میں ضعف ہے اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی وقت لوٹ آئے نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا۔ [4] لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ [5] مسند احمد وغیرہ میں یہ روایت کئی طریق سے آئی ہے۔ اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٨٢)]

[2] [حسن : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التوبة (٣٠٩٠) مسند احمد (٢١٢/٣) مسند ابو یعلی (٣٠٩٥)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١٥١/١) مجمع الزوائد (٢٩/٧)] اس کی سند میں محمد بن جابر راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٢٩٧)]

[4] [ضعیف : عبد الله فی المسند (١٢٨٩)] اس کی سند میں حنش، سماک اور اسباط بن نصر راوی ضعیف ہیں۔]

[5] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣٠٩٢) مسند ابو یعلی (٤٥٢) مستدرك حاکم (٥٢/٣) تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٨٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٥٩٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

تک رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا۔ اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی عضباً نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انہیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے تو حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے۔ پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہوگئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو رسول اللہ ﷺ نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورہ براءۃ کی دے کر بھیجا تھا۔ آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالت مآب ﷺ کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں۔ اونٹ نحر کیا سر منڈوایا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے میں نے ڈیروں میں اور خیموں میں اور پڑاؤ میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔ [2]

ابواسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابوجحیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفے کا دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہوا۔ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطاء رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرما کر فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا۔ مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجہ بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر یا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفے کا دن ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے اپنے عرفے کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔ [3] دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقرعید کا دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بقرعید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے جو ایک شخص نے آ کر لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٩١)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٩٦)] اس کی سند ابوصہباء راوی کی وجہ سے کمزور ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٠٧)]

اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔ عبداللہ بن ابی اوفی کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے۔ آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقر عید کا دن ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گزر چکی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سرخ رنگ کی تھی آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔ [2] اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ دن کونسا ہے جانتے ہو؟ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی اور ہی نام بتلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں؟ [3] اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ [4]

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یومِ جمل، یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عام لوگوں کا حج ہوا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا
عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے ○

پہلے جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں اور جن سے

---

[1] [صحیح : بخاری تعلیقا : کتاب الحج : باب الخطبة ایام منی (١٧٤٢) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب یوم الحج الاکبر (١٩٥٤) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الخطبة یوم النحر (٣٠٥٨)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٦٢)] [3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٦٠)]

[4] [صحیح : ترمذی : کتاب الفتن : باب ماجاء دماء کم واموالکم علیکم حرام (٢١٥٩) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الخطبة یوم النحر (٣٠٥٥) مسند احمد (٥/ ٧٢۔ ٧٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

چاہیں کرلیں اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمان ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ
وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پس حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

حرمت والے مہینوں میں جہاد: حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت ﴿مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ [1] میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے۔ چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آرہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو انہیں قتل کرو انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو۔ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی، جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [2] مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے چاہو قتل کرو چاہو قید کرلو ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کے لئے ہر گھاٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ انہیں زد پر لا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ مل جائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ ان کی راہیں بند کردو اور انہیں مجبور کردو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کرلیں، پابند نماز ہو جائیں، زکوۃ دینے لگیں تو بے شک ان کی راہیں کھول دو ان پر سے تنگیاں اٹھالو۔ زکوۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجالائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنیٰ پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوۃ جس کا نفع فقیروں، مسکینوں، محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھوں۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ

---

[1] [سورة التوبة: آيت ٣٦] [2] [سورة البقرة: آيت ١٩١]

تعالیٰ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ [1] الخ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کرلیں ہمارے قبلے کی طرف منہ کرلیں، ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں، ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون ان کے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت انہیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ [2] ابن جریر میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہوا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں ادھر ادھر لگ جائیں۔ اس کی سچائی کی شہادت اللہ تعالیٰ کی آخری وحی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ پس توبہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوۃ کے پابند ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ [3] ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ براءت کے نازل ہونے پر چار مہینے گزر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا، پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں، فرماتا ہے ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ (۲۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس (۲۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب فضل استقبال القبلۃ (۳۹۲) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب علی مایقاتل المشرکون (۲۶۴۱) نسائی : کتاب الایمان : باب علی ما یقاتل الناس (۵۰۱۸) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی قول النبی امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا (۲۶۰۸)]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۴۸۹)] اس میں عیسیٰ بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

کتاب میں' فرماتا ہے۔ ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [1] الخ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کرلیں۔ تیسری تلوار منافقوں میں' فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ [2] اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں' ارشاد ہے ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾ [3] اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرادو پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ وہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی ماتحتی میں نہ آجائیں۔ ضحاک رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آیت یہ تلوار آیت ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ [4] سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ ع

اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دیا کر یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں ○

دین سیکھنے آنے والے کافر کے لیے امن: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کردیں اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے آپ ﷺ کی باتیں سن لے دین کی تعلیم معلوم کرے حجت الٰہی پوری ہو جائے پھر اپنی امان میں ہی اسے اس کے وطن پہنچا دو بے خوفی کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کرلے۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کے لئے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام اللہ سنے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں باامن پہنچ جائے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ اسے جو دین سمجھنے کے لئے آئے اور اسے جو پیغام لے کر آئے امن دے دیا کرتے تھے حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ عروہ بن مسعود' مکرز بن حفص' سہیل بن عمرو وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہاں آکر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر وکسریٰ کے

---

[1] [سورة التوبة، : آيت ٢٩]
[2] [سورة التوبة: آيت٧٣]
[3] [سورة الحجرات: آيت ٩]
[4] [سورة محمد: آيت ٤]

دربار میں بھی نہ تھی یہی انہوں نے اپنی قوم سے کہا پس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ [1] آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا۔ اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں' اسے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہو۔

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہوا امام یا نائب امام نے اسے امن وامان دے دیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے یا اپنے وطن نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے' زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے۔ پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کے ہیں۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝

مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو' اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے ۝

مسلمانوں کے لیے عہد کی پابندی: اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک وکفر کو چھوڑنے والے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی' ماہ ذی القعدہ ٦ ھ سے حضور ﷺ نے اس معاہدے کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں انہیں قتل کیا اس بنا پر رمضان المبارک ٨ ھ میں حضور اکرم ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔ رب العالمین نے مکہ آپ ﷺ سے ہاتھوں فتح کرایا اور انہیں آپ ﷺ کے بس میں کر دیا ((وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ)) لیکن آپ ﷺ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (١/٣٨٣) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الرسل (٢٧٦١_٢٧٦٢) صحیح ابن حبان (٤٨٧٩) طحاوی فی مشکل الآثار (٢٨٦٢) نسائی فی السنن الکبرٰی (٨٦٧٥)] حافظ ابن حجرؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [المطالب العالیة (٢١٦/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (٥٣٢٨) صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا سب کو آزاد کر دیا۔ انہی لوگوں کو طلقاء کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور ادھر ادھر ہو گئے رحمۃ اللعالمین نے سب کو عام پناہ دے دی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا آ سکتے ہیں۔ انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے ان کی رہبری کی اور انہیں اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر اندازے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨﴾

ان کے وعدوں کا کیا اعتبار انکا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ تو یہ قرابتداری کا خیال کریں نہ عہد و پیمان کا' اپنی زبانوں سے تو تمہیں پرچا رہے ہیں لیکن دل نہیں مانتے ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں ○

کفار کے وعدوں کا کوئی اعتبار نہیں: اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول و قرار پر مطمئن رہیں ان کا کفر و شرک انہیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمہیں کچے چبا ڈالیں نہ قرابت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں اس سے جو ہو سکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ ((آل)) کے معنی قرابت داری کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر میں بھی یہی معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبے کے وقت اللہ تعالیٰ کا بھی لحاظ نہ کریں گے نہ کسی اور کا یہی لفظ ال سے ایل بن کر جبرائیل میکائیل اسرافیل میں آیا یعنی اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مراد عہد ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩﴾ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ﴿١٠﴾ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر بیچ دیا اور اس کی راہ میں اٹک گئے' بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے' یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے ○ اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ دیتے رہیں' تو تمہارے دینی بھائی ہیں ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں ○

مشرک مسلمان ہو جائے تو دینی بھائی: مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہِ رب سے رک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی در پے ہیں نہ انہیں رشتے داری کا خیال نہ معاہدے کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی انہیں تمہارا بنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے کہ جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو نماز و زکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی بتوں کو اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نمازی اور زکوٰۃ دینے والے بن جائیں تو تم ان کے راستے چھوڑ دو۔ [1] اور آیت میں ہے کہ پھر تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں' [2] امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رضامند ہو کر ملے گا' اس کے بعد کا کلام روای حدیث ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا
اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫

اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں' اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں۔

عہد شکن کفار کے خلاف جنگ: اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے' دین میں عیب جوئی کرے اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل' عتبہ' شیبہ' امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انہیں اور سب کو شامل ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ۵] [2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۱]

چندھیا منڈی ہوئی ہو گی تو تم اس شیطانی بیٹھک کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دینا۔ واللہ ! ان میں سے ہر ایک کا قتل اور ستر لوگوں کے قتل سے مجھے زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمانِ رب ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو (ابن ابی حاتم)

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں کو توڑ دیتے ہیں اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کی فکر میں رہیں اور خود ہی اول بار تم سے چھیڑ کریں' کیا تم ان سے ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار ہو ○ ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب کرے گا انہیں ذلیل و رسوا کرے گا تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا ○ اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا' اور جس کی طرف چاہے گا رحمت سے توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے ○

عہد شکن کفار کے خلاف جہاد کی مزید تلقین: مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلاوطن کرنے کی پوری طرح ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دے دیں ان کے مکر سے اللہ تعالیٰ کا مکر کہیں بہتر تھا۔ [1] صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر ﷺ کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ مکرمہ سے نکال دیں۔ برائی کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہے۔ بدر کے دن لشکر لے کر نکلے معلوم ہو چکا تھا کہ قافلہ بچ کر چلا گیا ہے۔ لیکن تاہم غرور و فخر سے ربانی لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے بھڑ گئے۔ جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں سے جنگ کی بنو بکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا۔ فالحمدللہ۔

فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو۔ اگر تم مومن ہو تو تمہارے دل میں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہئے وہی اس کے لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں۔ اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو میرا غلبہ' میری سلطنت' میری سزا' میری قدرت' میری ملکیت بے شک اس قابل ہے کہ ہر وقت ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گزرتا

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۳۰]

ہوں۔ میری منشاء کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیج دیتا لیکن اس کی منشاء یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے ان کی بربادی تم آپ کرو تمہارے دل کی خوب بھڑاس نکل جائے اور تمہیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو۔ یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مومنوں کے لئے بھی ہے۔ خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں مل کر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے ان کے غبار اسی وقت ڈھلیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہو جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے عویش! یہ دعا کرو ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ﴾ اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچا لے۔ [1] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اور اپنے تمام کاموں میں اپنے شرعی احکام میں اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ عادل و حاکم ہے ظلم سے پاک ہے ایک ذرے برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انہیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بناتے۔ اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو ○

کھرے اور کھوٹے مسلمان کی پہچان کے لیے جہاد کسوٹی: یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے اور جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ ولیجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی اور حمایت کریں۔ ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں پر بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کے کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہوگی ہی نہیں حالانکہ اگلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی یاد رکھو اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹوں کو ضرور الگ کر دے گا۔ [2] اور آیت میں اسی مضمون کو ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ [3] کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ

---

[1] [ضعیف: الموسوعة الحدیثیة للشعیب الارناؤوط (٢٦٥٧٦)]

[2] [سورة العنكبوت: ٢، ٣]

[3] [آل عمران: ١٤٢]

﴿لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم مومنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے جو ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا' سچا جھوٹا ظاہر کر دے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے نہ اس کی قضاء وقدر وارادے کو کوئی بدل سکتا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

ناممکن ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کریں وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں' ان کے اعمال غارت واکارت ہیں' اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں ○ اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکوۃ دیتے ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں' یہی لوگ یقیناً راہ یافتہ ہیں ○

مساجد کی آبادکاری اہل ایمان کا کام: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بننا لائق ہی نہیں یہ مشرک ہیں اللہ تعالیٰ کے گھر سے انہیں کیا تعلق؟ ﴿مَسَاجِدَ﴾ کو ﴿مَسْجِدَ﴾ بھی پڑھا گیا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے جس کی بنیادیں خلیل اللہ نے رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال وقال دونوں اعتبار سے۔ تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہے گا میں تو نصرانی ہوں۔ یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں۔ یہ تو مسجد حرام سے اوروں کو روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ہاں مسجدوں کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے

[1] [آل عمران: ۱۷۹]

مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں [2] اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹالیتا ہے [3] اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم ! کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والے اللہ والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹالیتا ہوں۔ [4] ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور امام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ [5] اصحاب رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ جو یہاں آئے اللہ تعالیٰ کا ان پر حق ہے کہ وہ ان کا احترام کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر با جماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ [6]

پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحد، ایمان دار، قرآن وحدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند، صرف اللہ تعالیٰ کا خوف کھانے والے، اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور بامقصد ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ((عسیٰ)) ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں مثلاً فرمان ہے ﴿عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ [7] تو مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور اکرم ﷺ کا شافع محشر بننا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((عَسٰی)) کلام اللہ میں حق و یقین کے لئے آتا ہے۔

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی حرمة الصلاة (۲٦۱۷) ابن ماجه : کتاب المساجد : باب لزوم المساجد وانتظار الصلاة (۸۰۲) مستدرك حاکم (۱/۲۱۲)، (۲/۳۳۲) مسند احمد (۳/٦۸) ابن حبان (۱۷۲۱) ابن خزیمه (۱۵۰۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں صالح بن بشیر راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : میزان الاعتدال (۳۷۷۳) ابن عدی (٤/٦۱)]

[3] [ضعیف : اس کی سند میں عثمان بن دینار راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : المیزان (۵۵۰۲)]

[4] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (۹۰۵۱)] اس کی سند میں صالح راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۵/۲۳۲)] علاء بن زیاد کا معاذؓ سے سماع ثابت نہیں۔[مجمع الزوائد (۹۱۰۸)]

[6] [صحیح : ابن ماجه : کتاب المساجد : باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة (۷۹۳) ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب التشدید فی ترك الجماعة (۵۵۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (۲/۳۳۷)]

[7] [سورة الاسراء: آیت ۷۹]

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۲

وقف لازم

کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا ○ جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں، اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں ○ انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے ○ وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں ○

حجاج کی خدمت اور جہاد برابر نہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت بہتر ہے ایمان و جہاد سے۔ ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنا بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پرواہی سے منہ موڑ کر اپنی بات چیت میں مشغول رہتے ہو پس تمہارا گمان بے جا، تمہارا غرور غلط، تمہارا فخر نامناسب ہے۔ یوں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا ایمان اور اس کی راہ کا جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی ہو بھی تو اسے شرک کا گھن کھا جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے آپ کو آبادی کرنے والا کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ظالم رکھا اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت بے کار کردی۔ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بے کار ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان پر جب لے دے شروع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ شریف کو غلاف چڑھاتے تھے ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہوئی ہو۔ مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ، عباس بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب بیٹھے بیٹھے اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے، طلحہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گزار سکتا ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا

نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں۔ اس پر یہ آیت اتری' عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈر ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے پانی کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اپنے اس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ [1] اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔ دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا۔ تیسرے نے اسی طرح اللہ کی راہ کے جہاد کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے۔ جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [2] اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں خود جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کرلوں گا۔ [3]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿24﴾ ع

اے مسلمانو! دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے وہ پورا گنہگار ظالم ہے ○ کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور لڑکیاں اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا ○

---

[1] [مرسل وضعيف: عبد الرزاق في التفسير (١٠٦١ـ ١٠٦٣) تفسير ابن جرير الطبري (١٦٥٧٥)]

[2] [عبد الرزاق في التفسير (١٠٦٠)]

[3] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الامارة: باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى (١٨٧٩ـ ١١١) مسند احمد (٤/٢٦٩)]

کفار سے دوستی کی ممانعت اور ترک جہاد کا نتیجہ عذاب کی آمد: اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں' بہن بھائی ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [1] اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے۔ انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔ بیہقی میں ہے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہو گئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر آیت ﴿لَا تَجِدُ﴾ الخ' نازل ہوئی۔ [2] پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے دار اور اپنے حاصل کئے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے برداشت کے لئے تیار رہنا چاہئے' ایسے بدکاروں کو اللہ تعالیٰ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہو گا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم ! اب آپ ﷺ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب اے عمر رضی اللہ عنہ ! (تو مومن ہو گیا) صحیح بخاری۔ [3] صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ثابت ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہو گا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد سے دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ [4] مسند امام احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم عین کی خرید و فروخت کرنے لگے گے اور گائے بیل کی دمیں تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دے گا وہ اس وقت تک دور نہ ہو گی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔ [5]

---

[1] [سورہ المجادلہ : آیت ۲۲]

[2] **[منقطع** : بیهقی (۹/۲۷)]

[3] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الایمان والنذور : باب کیف کانت یمین النبی (۶۶۳۲)]

[4] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان (۱۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب محبة رسول الله اکثر من الاهل (٤٤) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة الایمان (۵۰۲۸) ابن ماجه : مقدمه (٦٧) مسند احمد (۳/۱۷۷)]

[5] **[صحیح** : ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی النهی عن العینة (۳٤٦۲) مسند احمد (۲/۸٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (۱۱)]

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ○ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری' اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی' ان کفار کا یہی بدلہ تھا ○ پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ ہے ہی بخشش و مہربانی کرنے والا ○

جنگ حنین میں نصرت الٰہی: مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں براءت کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مومنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی آپ امداد فرمائی انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح وظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی۔ یہ صرف تائید الٰہی تھی نہ کہ مال اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کرلو حنین والے دن ذرا تمہیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہوگیا تھا تو کیا حال ہوا؟ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر رب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کریں گے' انشاء اللہ تعالیٰ۔ مسند کی حدیث میں ہے بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہوسکتی۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسلاً بیان کی ہے ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے' واللہ اعلم۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہِ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا (۲۶۱۱) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجآء فی السرایا (۱۵۵۵) مسند احمد (۲۹۴/۱) طحاوی فی مشکل الآثار (۲۳۸/۱) بیهقی (۱۵۶/۹) صحیح ابن خزیمه (۲۵۳۸) صحیح ابن حبان (۴۷۱۷) مستدرك حاکم (۴۴۳/۱)، (۱۰۱/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۹۸۶) صحیح الجامع الصغیر (۳۲۷۸)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ ﷺ آزاد بھی کر چکے تو آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نضری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم، بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ ﷺ اپنے اس لشکر کو لے کر جو آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلے کے لئے چلے۔ تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ ﷺ با آواز بلند اپنے آپ کو پہنچوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو! کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، میں اولادِ عبدالمطلب میں سے ہوں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابو سفیان بن حارث، حضرت ایمن بن ام ایمن، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں۔ پس آپ نے یہ کہہ کر کہ اے ببول کے درخت کے تلے بیعت کرنے والو! اے سورۂ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے ﴿لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ﴾ کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ ﷺ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی کہ باری تعالیٰ جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے مسلمانوں نے انکا پیچھا کیا۔ اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انہوں نے ان کفار کو قید کر کے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابو عبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی

کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا دن سخت گرمی والا تھا دوپہر کو ہم درختوں کے سائے کے تلے ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگا لئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں پہنچا سلام کے بعد میں نے کہا حضور اکرم ﷺ! ہوائیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے (آواز دی)' بلال رضی اللہ عنہ! اس وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر ﴿لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ﴾ کہتے ہوئے حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا میری سواری کسو۔ اس وقت انہوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے کھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر و غرور کی چیز نہ تھی۔ جب کس چکے تو حضور اکرم ﷺ سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گزری پھر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے آواز دی کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں اے مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ ہوں' پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اس وقت میں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی طشت پر بج رہا ہے۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ ﷺ نے اسی وقت حملے کا حکم دے دیا۔ اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی۔ یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا اب لڑائی گرما گرمی سے ہو رہی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا اور ان کے مال اور اولادیں اپنے نبی اکرم ﷺ کو فے میں دلا دیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو عمارہ! کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ ﷺ کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے تو انہوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو قادر اندازی کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھگدڑ مچ گئی' سبحان اللہ' رسول اللہ ﷺ کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقع تھا' لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتلا رہے ہیں کہ نہ پہچانے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۵/۲۸۶) ابوداود: کتاب الادب: باب الرجل ینادی الرجل فیقول لبیک (۵۲۳۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۴۳۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۴۶۷)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

والے بھی پہچان لیں۔ (١) خیال فرمائیے کہ کس قدر ذات واحد پر توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا فصلوات اللہ وسلامہ علیہ ابداً ابدا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر میں ہم نے بھی انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر آئے، ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے ارد گرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ (٢) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ ﷺ کے ساتھ صرف اسّی (٨٠) مہاجر وانصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکون نازل فرمادیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ ﷺ زین پر سے نیچے جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور اکرم ﷺ اونچے ہو جائیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو۔ میں نے بھر دی۔ آپ ﷺ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا مہاجر وانصار کہاں ہیں؟ میں نے کہا یہیں ہیں۔ فرمایا انہیں آواز دو۔ میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کر آ گئے۔ اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ (٣)

بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ ﷺ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارنا یاد آ گیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کا انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملے گا؟ آؤ پیغمبر ﷺ کو قتل کر دوں۔ اس ارادے سے میں آپ ﷺ کی دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو پایا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جا کر کام کروں، ادھر آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں، میں نے کہا ان کے بھی چچا کے

---

(١) [حسن: مسند احمد (٣/٣٧٦) مجمع الزوائد (٦/١٧٩) مسند ابو يعلى (١٨٦٢) مسند بزار (١٨٣٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٤٦٧)]

(٢) [تفسير ابن جرير الطبرى (٣١٥١)]

(٣) [حسن: مسند احمد (١/٤٥٤) مستدرك حاكم (٢/١١٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٤٦٧)]

لڑکے بھائی ہیں، اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونپ کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑنا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ۔ اے اللہ اس کا شیطان دور کر دے، اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو واللہ! آپ ﷺ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ [1] شیبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں؟ میں آپ ﷺ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے کو دیکھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر دعا کی کہ اے اللہ! شیبہ کو ہدایت کر، پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا۔ واللہ! آپ ﷺ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ ﷺ کی میں اپنے دل میں پانے لگا۔ [2]

حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس غزوے میں آپ ﷺ کے ہم رکاب تھا میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان کو گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے واللہ! ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ [3] یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقعہ پر تمہارے دلوں پر رعب وخوف کا کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آ رہی تھی بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ [4] صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔ [5] الغرض کفار کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی انہیں توبہ نصیب ہوئی مسلمان ہو کر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب جعرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گزر چکے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟ انہوں نے قیدیوں کو واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی، مرد عورت کی، بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ ﷺ نے

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۵/۱۴۵)] اس کی سند میں ابوبکر ہذلی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۵/۱۴۵)] اس کی سند میں ایوب اور سعید راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۵/۱۴۶)]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (۲۲/۲۳۷، ۲۳۸)] اس کی سند میں سائب بن یسار مجہول ہے۔]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاة (۵۲۳)]

یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انہیں بھی آپ ﷺ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو انٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نضری کو بھی آپ ﷺ نے سو اونٹ دیئے اور اس کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا جیسے کہ وہ تھا۔ اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد ﷺ جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا' دینے میں اور بخشش وعطا کرنے میں اور قصوروں سے درگزر کرنے میں دنیا میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں' آپ ﷺ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے تھے۔ یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ ﷺ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ ﷺ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ ع

اے ایمان والو مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں' اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے' تو اللہ تعالیٰ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے' اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے ○ لڑو ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں ○

مشرک حدودِ حرم میں داخل نہ ہوں: اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزہ اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ کے پاس نہ آنے دیں۔ یہ آیت سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر وقیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا تو نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کیا۔ [1] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۳۹۲) مسند ابویعلی (۴۵۲) مسند حمیدی (۴۸) دارمی (۱۹۱۹) ترمذی: کتاب الحج: باب ماجاء فی کراهية الطواف عریانا (۸۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (۱۱۰۱)]

مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم ﷺ ہے کہ ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔ (1) لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود ونصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ اس منع کرنے میں آپ اس آیت کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے مومن نجس نہیں ہوتا۔ (2) باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں؛ پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی ناپاک ہیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھوڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی وحمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دے گا تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائے گا اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اس کا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے' یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیے سے دے گا' ان اہل کتاب سے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی نبی کے صحیح معنی میں اور پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبی ﷺ پر بھی ضرور ایمان لاتے۔ ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل ﷺ کے انکاری ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی دراصل انہیں کوئی سروکار بھی نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیاء افضل الرسل خاتم النبین اکمل المرسلین ﷺ سے کفر کرتے ہیں اس لئے ان سے بھی جہاد کرو۔ ان سے جہاد کی یہ پہلی آیت ہے اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے کے تلے آ چکے تھے جزیرۂ عرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود ونصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا' سن ۹ ہجری میں یہ حکم اترا اور آپ ﷺ نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینہ کے اردگرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا سوائے بعض کے۔ موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کے لئے شام کے

---

(1) [ضعیف ومنقطع : مسند احمد (۳/۳۳۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۵۲۲۱)]

(2) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الغسل : باب عرق الجنب وان المسلم لا ينجس (۲۸۳) صحیح مسلم : كتاب الحيض : باب الدليل على أن المسلم لاينجس (۳۷۱) ترمذی : كتاب الطهارة (۱۲۱) ابوداؤد : كتاب الطهارة (۲۳۱) مسند احمد (۲/۲۳۵۔ ۳۸۲)]

ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس روز قیام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے واپس لوٹے حالات کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے واپس لوٹے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں۔ چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت ﷺ نے جزیہ لیا تھا۔ [1] امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جزیے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو۔ پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت وتوقیر دینی اور انہیں اوج وترقی دینی جائز نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہود ونصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کرو۔ [2] یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھیں۔ عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کا لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان، مال اور اہل وعیال کے لئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں اور ان کے آس پاس کوئی دیر اور گرجا گھر اور کوئی خانقاہ نیا نہیں بنائیں گے۔ اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہیں درست نہیں کریں گے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے راہ گزر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے مسلمانوں کی توقیر وعزت کریں گے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہیں کریں گے نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں، ہم ان کی زبان نہیں بولیں گے، ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے، زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کریں گے نہ تلواریں لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجزیة : باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمه (۳۱۵۶) ابوداؤد : کتاب الخراج : باب فی اخذ الجزیة من المجوس (۳۰۴۳)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام (۲۱۶۷) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی السلام علی اهل الذمة (۵۲۰۵)]

گے‘ انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کریں گے اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوادیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور تاڈ الیس رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گزرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے نہیں بجائیں گے۔ نہ مسلمانوں کی موجودگی میں باآواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لے کر جائیں گے مسلمانوں کے حصہ میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیر خواہی ضرور کریں گے کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انہیں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں یہ تمام شرطیں ہمیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی انہیں شرائط پر ہمیں امان ملی ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے‘ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی ریس کرنے لگے انہیں اللہ تعالیٰ غارت کرے‘ کیسے پلٹائے جاتے ہیں ○ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو‘ حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا‘ جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ○

یہود و نصاریٰ اللہ کے بیٹے ہونے کے دعویدار: ان آیتوں میں بھی جناب باری عزوجل مومنوں کو مشرکوں‘ کافروں سے یہودیوں‘ نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو وہ اللہ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں؟ یہود عزیر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علماء کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام علم کے اٹھ جانے سے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے

روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گزر رہا تو دیکھا کہ ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہوگا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہو گا آپ علیہ السلام اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ' باقی ہے اس پر تو کبھی موت آئے گی ہی نہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا اے عزیر! پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا آپ علیہ السلام یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ علیہ السلام کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں گے وہ کھا لو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی' دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ علیہ السلام نے منہ کھول دیا تو انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ علیہ السلام کے منہ میں بڑی ساری ڈالی' اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا سینہ کھول دیا' آپ علیہ السلام توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس تورات لایا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سب کے نزدیک سچے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری تورات لکھ ڈالی۔ ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انہیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں تورات شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر وضلالت میں تھے یہ بھی انہیں کے مرید ومقلد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔

مسند احمد وترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا۔ جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہوگئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اس کی بہن کو آزاد کر دیا اور رقم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ مدینہ منورہ آ گئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس آئے۔ اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ کی تلاوت ہو رہی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور درویش حلال بتا دیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی

! کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے' کیا تمہارے خیال میں اللہ تعالیٰ سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکاری ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' انہوں نے مان لی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی ادا کی۔ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا یہود پر غضب اللہ اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہو گئے ہیں۔ [1] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال وحرام کے مسائل میں علما اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے بزرگوں کی ماننی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک طرف ہٹا دی' اس لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کر دے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرما دے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں' اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ مشرک سے اور شرک سے پاک ہے اس جیسا' اس کا شریک' اس کا نظیر' اس کا مددگار' اس کی ضد کا کوئی نہیں' وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى
الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

النصف

ان کی چاہت ہے کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں ○ اسی نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے' اگرچہ مشرک برا مانیں ○

بعثت نبوی کا مقصد تمام ادیان پر غلبہ اسلام: فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ اللہ کا نور بجھا دیں ہدایت ربانی اور دین حق کو مٹا دیں تو خیال کر لو اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی اللہ کے نور کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کر لیں آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ ضروری بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دین حق تعلیم رسول ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ تم مٹانا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی تم گو ناخوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔
عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التوبة (۳۰۹۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۶۳۱۔ ۱۶۶۳۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپالیتی ہے' کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپادیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ﴾ [1] اسی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضور اکرم ﷺ کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔ آنحضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے لئے زمین کی مشرق ومغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ [2] فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق ومغرب فتح ہوگا۔ تمہارے سردار جہنمی ہیں' بجز ان کے جو متقی' پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ [3] فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچاپکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا۔ اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیروبرکت' عزت وشرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت ونکبت' نفرت ولعنت نصیب ہوئی' پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ [4]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچاپکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کردے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔ [5] حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے مجھ سے فرمایا اسلام قبول کرتا کہ سلامتی ملے۔ میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں نے کہا سچ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم

---

[1] [سورۃ الحدید: آیت ۲۰]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الفتن: باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (۲۸۸۹) ابوداؤد: كتاب الفتن: باب ذكر الفتن (٤٢٥٢) مسند احمد (٢٧٨/٥)]

[3] [صحیح: مسند احمد (٣٦٦/٥، ٣٦٧) مجمع الزوائد (٢٣٣/٥)] اس کی سند میں شقیق بن حیان راوی ضعیف ہے۔ [میزان (٣٧٣٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣١٠٩)]

[4] [صحیح: مسند احمد (١٠٣/٤) طبراني كبير (١٢٨٠) مجمع الزوائد (١٤/٦) بيهقي (١٨١/٩) مستدرك حاكم ٤٣٠/٤٠)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٩٥٧)]

[5] [صحیح: مسند احمد (٤/٦) طبرانی کبیر (٣٥٤/٢٠) بيهقي في السنن الكبرى (١٨١/٩) مستدرك حاكم (٤٣٠/٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٤/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٨١٤)]

سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔ پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے۔ سن! صرف اسی ایک بات کی تجھے روک ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہیں یہ ان سے نپٹ نہیں سکتے۔ لیکن سن! حیرہ کا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں سنا تو ضرور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی کی امان کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ واللہ! تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا۔ کسریٰ بن ہرمز کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی بے خوف وخطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق مصدوق ﷺ کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں کئے۔ واللہ! مجھے یقین ہے کہ صادق ومصدوق ﷺ کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔ [1] حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ دن رات کا دور ختم نہ ہوگا۔ جب تک کہ پھر لات وعزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ آیت ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ﴾ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا ہے کہ یہ پوری بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کر لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر وخوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے۔ [2] واللہ اعلم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰي بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں، اور جو لوگ سونے

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤/٣٧٨) مستدرك حاكم (٤/٥١٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٣٨٩)]

[2] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الفتن: باب لا تقوم الساعة حتى نعبد دوس ذا الخلصة (٢٩٠٧)]

چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے ○ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی۔ یہ ہے جسے تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو ○

ناحق لوگوں کا مال کھانے والے علما: یہودیوں کے علماء کو احبار اور نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت ﴿لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ﴾ [1] میں یہود کے علما کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علماء کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ [2] مقصود آیت کا لوگوں کو برے علماء گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے ایسی پوری مشابہت سے کہ ذرا بھی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں انہی کی روش پر۔ [3] اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں؟ [4] پس ان کے اقوال وافعال کی مشابہت سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب وریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا ان کے تحفے ہدیے اخراج چراغی مقرر تھی جو بغیر مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گزرے ذلت وحقارت ان پر برس پڑی اور غضب رب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام کھانی جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق کو باطل میں خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عالموں کا صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں دولتمندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں۔ عموماً انہی تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈ کے جھنڈ عامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتے ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا

---

[1] [سورة المائدہ: آیت ٦٣] [2] [سورة المائدہ : آیت ٨٢]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب قول النبی لتتبعن سنن من قبلکم (٧٣١٩) ابن ماجہ: کتاب الفتن : باب افتراق الامم (٣٩٩٤)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام (٧٣٢٠) صحیح مسلم : کتاب العلم : باب اتباع سنن الیھود والنصاری (٢٦٦٩) مسند احمد (٨٤/٣)]

ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ   وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَّرُهْبَانُهَا

یعنی دین واعظوں، عالموں، صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔

''کنز'' اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا ہوا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور عراک بن مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول رب ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ الخ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ [1] لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شاق گزرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں، اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ [3] اور روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی پیچھے ثوبان رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج

---

[1] [موقوف : بیہقی فی السنن الکبری (۲/۸۲)]

[2] [مرسل : عبد الرزاق فی التفسیر (۱۰۷۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۶۷۶)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۵/۳۸۲) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب فضل النسآء (۱۸۵۶) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ التوبۃ (۳۰۹۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳۱۰۱)]

نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لو اور سنو! میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجالائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔ [1] حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثُّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَاَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَّا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ یعنی یا اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر یہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔ [2] آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اسے چھپا چھپا کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں۔ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جہنمی گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے [3] یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جارہی ہے۔ جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر سلگائے گی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد: كتاب الزكاة باب فی حقوق المال (١٦٦٤) مسند ابویعلی (٢٤٩٩) مستدرك حاكم (٢/٣٣٣)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابوداود، السلسلة الضعيفة (١٣١٩)] اس کی سند میں عثمان بن عمیر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (٤/١٢٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت اپنے طرق کی بنا پر حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٧١١٤)]

[3] [سورة الدخان : آیت ٤٨، ٤٩]

سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ [1] مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں' واللہ اعلم۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدھا بن کر اس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آ جائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدھا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔ [2] صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ [3]

امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب رحمہ اللہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آ گئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم شام میں تھے میں نے آیت ﴿اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ﴾ کی تلاوت کی تو (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے' [4] اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربارِ عثمانی میں لکھا' خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو دیکھا کہ چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمدورفت سے تنگ آ گیا۔ آخر میں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ! جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ [5] آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۳/۱٤)]

[2] [صحیح ابن خزیمة (۲۲۵۵) مستدرك حاكم (۳۸۸/۱-۳۸۹) طبرانی كبير (۱٤۰۸) صحيح ابن حبان (۲۵۷) تفسير ابن جرير الطبری (۲۳۲/۱٤)]

[3] [**صحيح** : صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اثم مانع الزكاة (۹۷۸) ابوداؤد : كتاب الزكاة : باب حقوق المال (۱٦۵۸) مسند احمد (۲٦۲/۲)]

[4] [**صحيح** : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب قوله والذين يكنزون الذهب والفضة (٤٦٦۰)]

[5] [**صحيح** : صحيح بخاری : كتاب الزكاة : باب ما ادى زكاته فليس بكنز (۱٤۰٦)]

لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلیفہ سے شکایت کی۔ امیر المومنین نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا۔ آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھیں۔ میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں۔ وہ واپس کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آجائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے' موٹے' چھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حال میں اور آکر کھڑے ہو کر فرمانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے۔ لوگ سب سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی۔ آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔ (1)

غالباً اسی حدیث نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا' واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات کو فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقتِ ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آجائے تو کوئی کام نہ اٹکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل ﷺ نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ وہ اسے راہِ اللہ نہ دے دے۔ (2) ابن عساکر میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب قول النبی مایسرنی ان عندی مثل احد (٦٤٤٤) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فی الکنازین للاموال (٩٩١، ٣٢) مسند احمد (١٥٢/٥)]

(2) [صحیح : مسند احمد (١٥٦/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٢١٤٦١)]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح ؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا کر نہ رکھ۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا ؟ آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے۔ [1] اس کی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے آپ ﷺ نے فرمایا آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ [2] اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کی تہبند کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک داغ آگ کا۔ پھر دوسرے کا انتقال ہوا ان کے پاس دو دینار برآمد ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا دو داغ آگ کے۔ [3] فرماتے ہیں جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنا دی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو۔ اس کا راوی سیف کذاب و متروک ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے کہ آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت و ادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں، جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے ۝

کفار کے خلاف متحد ہو کر جہاد: مسند احمد میں ہے رسول مقبول، صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں

---

[1] [ضعیف : شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٦٧٤٢)] اس کی سند میں طلحہ بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن لغیرہ : مسند احمد (١/ ١٠١) مسند بزار (٣٦٥١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٧٨٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (٥/ ٢٥٢، ٢٥٣) عبد الرزاق فی التفسير (١٠٧٨) تفسير ابن جرير الطبری (١٦٦٨٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ البتہ یہ سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے (یعنی یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے)۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢١٧٤)]

جن میں سے چار مہینے حرمت وادب والے ہیں۔ تین تو پے درپے ذوالقعدۂ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ پھر پوچھا یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ہی پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر پوچھا کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کی عید کا دن نہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا رسول ﷺ آپ ﷺ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اس مہینے کا نام اور ہی رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے ہم نے کہا بے شک آپ نے فرمایا یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت وعزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں، تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو بتلاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو تم میں سے جو موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں، منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے، ابوحرہ رقاشی رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت میں حضور ﷺ کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی، تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے جو مہینہ آج ہے وہی درحقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شہر ابتداء مخلوق سے باحرمت و باعزت ہے وہ آج بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔ [2] پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقعہ پر یہ بات تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے۔ جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے۔ آیت ﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ﴾ [3] کی تفسیر میں ہے۔ اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود ونصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الاضحیٰ کا دن۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب حجۃ الوداع (٤٤٠٦) صحیح مسلم : کتاب القسامۃ : باب تغلیظ تحریم الدماء (١٦٧٩) مسند احمد (٥/٣٧)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید (١٨٣٤) صحیح مسلم (١٣٥٣)]

[3] [سورۃ التوبہ: آیت ٣٧]

''فصل''، شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب ''المشھور فی اسماء الایام والشھور'' میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کرڈالتے کبھی حرام کرڈالتے' اس کی جمع محرمات' محارم' محاریم ہے' صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہوجائے تو عرب کہتے ہیں ((صفر المکان)) اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینے میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے۔ ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعاء ہے جیسے نصیب کی جمع انصباء۔ اور اس کی جمع اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الآخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے۔ یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ حجت نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے۔ اس کی جمع جمادیات جیسے حباریٰ اور حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے' جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے۔ ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت وعزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ تشعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعابین' شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں۔ ((رَمَضَتِ الفِصَالُ)) اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور ارمضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ لیکن ہے وہ ضعیف میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کردیا۔ شوال ماخوذ ہے۔ ((شَالَتِ الاِبِلُ)) سے یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دم میں اٹھا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواویل' شواول' شوالات آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذوی القعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب کے لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا' اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ یہ تو تھی وجہ ان مہینوں کے ناموں کی۔

اب ہفتے کے ساتھ دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع

اُحادُ اُحاد اور وحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی اجماع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثا کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی۔ اس کی جمع ثلاثاوات اور اثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں۔ جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جمع اس کی اخمسہ' اخامس آتی ہے' جمعہ کو جُمْعَہ اور جُمُعَہ کہتے ہیں اس کی جمع: ''جُمَعٌ'' اور جُمَاعَاتٌ آتی ہے۔ سنیچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتے کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ تھے۔ اول' اہون' جبار' دبار' مونس' عروبہ' شیار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب میں انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے۔ دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب' شعبان' اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضور اکرم ﷺ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مار پیٹ جنگ وجدال قتل وقتال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذوالحجہ میں احکام کی ادائیگی امن وامان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے۔ درمیان سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طوافِ بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمدورفت کر لیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو' ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے' جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب کریں گے [1] اسی طرح ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اس لئے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے۔ اس طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((فِیْھِنَّ)) سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں۔ ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرما لیا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول چن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرما لیا اور زمین سے

---

[1] [سورۃ الحج: آیت ۲۵]

مسجدوں کو پسند فرمالیا اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرمالیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے۔ امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور فہیم لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتلائی ہو۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کرلو جو حلال ہیں انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسرِ جنگ ہیں' حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا۔ ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آگئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گزر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ہوازن قبیلے کی طرف ماہِ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ ﷺ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ [1] پس ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنی حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر الٰہی اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کرلیا کرو اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاصا ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لو اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [2] حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں نہ کہ تسییر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔

پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ ہوں اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے۔ تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ بھڑ بھڑا کر جمع ہوکر چاروں طرف سے ابل پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گو اشخاص کو لے کر ان سے مقابلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس حملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو۔ جب کہ حملہ ان کی طرف سے ہو جیسے آیت ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ [3] میں ہے اور جیسے آیت میں ہے ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ﴾ [4] میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے

---

[1] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم (١٠٥٩)]

[2] [سورة البقرة: ١٩١] [3] [سورة البقرة: ١٩٤] [4] [سورة البقرة: ١٩١]

لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور اکرم ﷺ کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تتمہ تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا۔ انہوں نے ہی لڑائی کی ابتداء کی تھی۔ ادھر ادھر سے آپ ﷺ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی۔ پس حضور اکرم ﷺ ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینوں میں نہ تھا۔ یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے' انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ادھر محاصرہ جاری رہا منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے۔ الغرض اس جنگ کی ابتداء حرمت والے مہینے میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا۔ جب چند دن گزر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا۔ پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتداء اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں' واللہ اعلم۔ اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انہیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ
عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں۔ جسے اللہ تعالٰی نے حرام کیا ہے۔ انہیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں' قوم کفار کی اللہ راہنمائی نہیں فرماتا○

حرمت والے مہینوں میں مشرکین کی تبدیلی: مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعتِ الٰہی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام کو الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تاکہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینے میں لوٹ مار قتل وغارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں مبالغہ کرتے تھے اور فخریہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے۔ سنو پہلے سال صفر کا مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی

نہ کرتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو قلمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی، پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگی ولوٹ مار ہوتی۔ لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے اور پھر برابر گنتے جاتے اور اس حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم سے خاموشی برت لیتے اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے پھر رجب کو جمادی الاخریٰ پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے، پھر اس کا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا، اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے برس کا ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ الٹ پلٹ کر اسی ہئیت پر آ گیا ہے جس ہئیت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے رچائے۔ لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ [1]

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ [1] الخ یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی کی منادی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا۔ اور صرف مہینوں کی تقدیم و تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت وعزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے ان کی گنتی میں موافقت کر لیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف موخر کر دیتے۔ رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے یعنی اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے

---

[1] [سورۃ التوبۃ: آیت ۳]

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پوری حمد وثنا بیان فرما کر فرمایا کہ مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں، وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے۔ [1] یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السیرۃ میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا القلمس تھا (حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان) پھر اس کا بیٹا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا بیٹا عوف پھر اس کا لڑکا ابوثمامہ جنادہ، اسی کے زمانہ میں اشاعتِ اسلام ہوئی۔ عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انہیں لیکچر دیتا اور رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ اللہ کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پکڑ لیتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو، سنو زندگانی دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے ○ اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا، اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

جہاد سے فرار کا نتیجہ عذاب کی آمد: ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے، ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو گئے غزوہ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرما دیا۔ کچھ لوگ جو رہ گئے تھے انہیں تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو؟ کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو؟ سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی ہستی ہی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے

[1] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (۶/۱۹۰۰۱) الدر المنثور للسیوطی (۵/۱۸۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت میں ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گزر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ [2] مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا پس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم دھوکے میں ہی رہے۔ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔

ایک قبیلے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں پھولنا نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اوروں کو کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں' اللہ تعالیٰ میں سب قدرتیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [3] اور آیت ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ [4] یہ سب آیتیں آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ [5] سے منسوخ ہیں۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي
الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ
وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جب کہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پس جناب

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة (۲۸۵۸) ابن ماجه: کتاب الذهد : باب مثل الدنیا (۴۱۰۸) ترمذی : کتاب الذهد (۲۳۲۳) مسند احمد (۴/۲۲۸)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰۰۳۰/۶)] اس کی سند میں زیاد جصاص راوی ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ التوبہ: ۴۱] [4] [سورۃ التوبہ: ۱۲۰] [5] [سورہ التوبہ: ۱۲۲]

باری نے اپنی طرف کی تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں' اس نے کافروں کی بات پست کر دی' بلند و عزیز تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے ○

نبی ﷺ کے یارِ غار ابوبکر رضی اللہ عنہ: تم اگر میرے رسول کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں' میں آپ اس کا ناصر موید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کرو ہجرت والے سال جب کہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل یا قید یا دیس نکالے کی سازش کی تھی اور آپ ﷺ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تن تنہا مکہ مکرمہ سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا۔ تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گزارے کہ ڈھونڈنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو کوئی ایذا پہنچائے۔ حضور اکرم ﷺ ان کی تسکین فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوبکر! ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے غار میں کہا اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ [1] الغرض اس موقعہ پر بھی جناب باری سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا از سر نو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں۔ اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر دبا دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے' دوسرا حمیت قومی کے لئے' تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو کلمۂ اللہ کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ اللہ کی راہ کا مجاہد ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب هجرة النبی واصحاب الی المدینة (۳۹۲۲) و کتاب التفسیر (٤٦٦٣) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل ابی بکر الصدیق (۲۳۸۱) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (۳۰۹٦) مسند احمد (٤/١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العلیا (۲۸۱۰) صحیح مسلم: کتاب الامارة: باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العلیا (۱۹۰٤) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العلیا (۲۵۱۷) ابن ماجه: کتاب الجهاد: باب النیة فی القتال (۲۷۸۳) ترمذی: کتاب فضائل الجهاد: باب ماجاء فیمن یقاتل ریاء وللدنیا (١٦٤٦) نسائی: کتاب الجهاد (۳۱۳٦) مسند احمد (۳۹۲/٤)]

کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے؟ اس کے سب اقوال وافعال، حکمت ومصلحت بھلائی اور خوبی سے پر ہیں۔ تعالیٰ شانہ وجد مجدہ۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی راہ رب میں اپنی مال وجان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو ۝

ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلنے کا حکم: کہتے ہیں کہ سورہ براءت میں یہی آیت پہلے اتری ہے کہ اس میں ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ ہادی امم رسول اللہ ﷺ نکل کھڑے ہونا چاہئے اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مومنوں کو چلنا چاہیے خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے۔ ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سر زمین شام میں چلے گئے۔ اور نصرانیوں سے جہاد کرتے ہی رہے یہاں تک کہ جان بخش کو جان سونپی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

فصل: اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا اباجی حضور اکرم ﷺ کی حیات تک آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے، خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے تو لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح پرور اللہ کو روح سونپ دی، نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی رضی اللہ عنہ۔ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافا وثقالا کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوشحال ہوں یا تنگ دل ہوں، بھاری ہوں یا ہلکے ہوں، حاجتمند ہوں، کاریگر ہوں، آسانی والے ہوں، سختی والے ہوں، پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوی ہوں یا کمزور، جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ الٰہی کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے طور پر امام ابو عمرو اوزاعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہوا ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں۔ اور جب ان بندرگاہوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے، بوجھل، سوار، پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ﴾ [1] سے یہ حکم منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری' لیکن یہ حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت گزرا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اسے آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ﴾ [2] سے منسوخ کر دیا' یعنی ضعیفوں' بیماروں' تنگ دست فقیروں پر جب کہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر دین ربانی اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف وثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دونوں حالتوں سے سوا نہیں ہوتی۔ حضرت ابوراشد حبرانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سوار سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو! سورۃ البحوث میں یعنی سورہ براءۃ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ حضرت حبان بن زید شرعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ رہے ہیں ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا چچا صاحب! آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی آنکھوں سے بھویں ہٹا لیں اور فرمایا بھتیجے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد نکلنے کی طلب کی ہے' سنو جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر بعد از ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے' سنو اللہ کی آزمائش شکر وصبر وذکر اللہ اور توحید خالص سے ہوتی ہے۔ جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین وزماں اپنی راہ میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی میں مال وجان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا وآخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دنیوی نفع تو یہ ہے کہ یونہی سا خرچ ہو گا اور بہت سی غنیمت ملے گی آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذمے دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہد کو یا تو شہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔ [3] خود اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اس سے کنی کھا رہے ہو' لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی

---

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۲]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ۹۱]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس: باب قول النبی احلت لکم الغنائم (۳۱۲۳) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ (۱۸۷۶)]

دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز فی الواقع تمہارے حق میں بے حد مضر ہو سنو تم تو بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا دانا بینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا گو نہ چاہے [1] (مسند احمد)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

اگر جلد وصول ہونے والا مال اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی' اب تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم میں قوت وطاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے' یہ اپنی جانوں کو خود ہلاکت میں ڈال رہے ہیں' ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ○

منافقین کے دھوکے سے بچو: جو لوگ غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے' انہیں اس آیت سے ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت کا اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے' اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان کمزور کر دیئے' اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے' ہم تو جان ودل سے آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انہوں نے تو اپنے آپ کو غارت کر دیا۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرما دے' تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے ○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ○ یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۱۰۹، ۱۸۱) مجمع الزوائد (۵/۳۰۵) مسند ابو یعلی (۳۷۶۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٢٠٦١)]

جہاد سے فرار کے بہانے بنانا صرف بے ایمانوں کا کام: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں' سخت بات سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جا رہا ہے کہ اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۂ نور میں سونپ دیا جاتا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ [1] یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلبی تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے والے کھل جاتے' نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی' اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے' کیونکہ انہوں نے تو طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہاں کہیں یا نہ کہیں ہم تو جہاد میں جائیں گے ہی نہیں۔ اس لئے جناب باری تعالیٰ نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہ ربانی کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں' وہ تو جہاد کو موجب قربتِ الٰہی مان کر اپنی جان و مال کے فدا کرنے کے آرزومند رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک وشبہ میں ہی ہیں یہ حیران و پریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ ادھر ہیں نہ ادھر یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

> وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا پس انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو ○ اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے' ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں' اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے ○

---

[1] [سورۃ نور: آیت ٦٢]

منافقین کی بدحرکتوں کا بیان: یہ عذر کرتے ہیں۔ ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دن گزرنے پر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر ادھر نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں پیچھے ہٹا دیا' اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ سنو ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر' ادھر کی ادھر لگا بجھا کر بات کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے' ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کے شرانگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے گویندے ان کی سی آئی ڈی اور جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری رتی رتی کی خبریں انہیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ تعالیٰ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعض وہ بھی ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن جاسوسی کی کوئی خصوصیت ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے نہیں ہو سکتی' اسی لئے قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دور ڈال دیا' اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کی منہ دیکھی ماننے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتون تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی' یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی' سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے غائب حاضر ہو چکا ہے اور ہونے والا سب اس پر روشن ہے اسی اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمانو! ان کا نہ نکلنا غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد اور فتنہ برپا کرتے' نہ کرتے نہ کرنے دیتے' اسی باعث فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کہ جھوٹے ہی رہیں۔ [1] اور آیت میں ہے کہ اگر علم اللہ تعالیٰ میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ عزوجل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ [2]

اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلاوطن ہو جاؤ تو بجز بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے' حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے یہ

---

[1] [سورۃ الانعام: ۲۸] [2] [الانفال: ۲۳]

اسے بجالائیں تا کہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم دیں اور راہِ مستقیم دکھائیں۔ [1] اور بھی ایسی آیتیں بہت ساری ہیں۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور تیرے لئے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آ گیا باوجودیکہ وہ ناخوشی میں ہی رہے ۝

منافق ہمیشہ فتنہ کے لیے موقع کی تلاش میں: اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں یہ تو فتنہ وفساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں مدینے میں آپ ﷺ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ ﷺ پر برسادی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافق مدینہ نے بغاوت کردی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں اتار دیں ان کے جوڑ ڈھیلے کردیئے ان کے جوش ٹھنڈے کردیئے بدر کے معرکے نے ان کے ہوش وحواس بھلا دیئے اور ان کے امان ذبح کردیئے۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دیکھی جائے گی اور دکھا دی جائے گی۔ پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے جھلتے گئے۔ آخر حق نے قدم جمائے اور کلمہ ربانی غالب آ گیا اور یہ یونہی پیٹ پیٹتے اور ڈنڈے بجاتے رہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے ۝

منافقت بذات خود فتنہ: جد بن قیس سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو معاف رکھئے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدا ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے رسول للہ ﷺ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے؟ [2] یہ منافق بنوسلمہ قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اس

---

[1] [النسآء: ٦٦، ٦٨]

[2] [صحیح بالشواهد: تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٨٠٣) سیرة ابن هشام (٥١٦/٤)]

قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بخل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے؟ سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت بشر بن براء بن معرور ہے۔ [1] جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

تجھے اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے' اور تجھے کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا تھا پھر تو بڑے ہی اتراتے ہوئے لوٹتے ہیں ○ تو کہہ دے کہ ہمیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے' مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ○

منافقوں کو مسلمانوں کی خوشی برداشت نہیں: ان بدظن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی فتح ونصرت سے' ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اچانک یہاں اس کے خلاف ہوا تو الاپ الاپ کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچتے رہے مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج وراحت اور ہم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی منشاء کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

کہہ دے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ہی ایک ہے اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے' پس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں' کہہ دے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا یقیناً تم بے حکم لوگ ہو ○ کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں ○

[1] [صحیح بالشواهد: طبرانی کبیر (۱۹/۱۶۳، ۱۶۴) مجمع الزوائد (۹/۳۱۵)]

جہاد کے دو نتیجے: مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک ہے' اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذابِ رب براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر رب کی مار پڑے کہ قتل وقید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو تمہارے خرچ کی عدمِ قبولیت کا باعث کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں نماز کو آتے ہو تو بھی ہارے دل سے گرتے پڑتے' مرتے پچھڑتے' سست اور کاہل ہو کر۔ دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار سجدے دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے' دل کی تنگی سے۔ صادق ومصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاتے ہو۔ [1] اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے [2] متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

تو ان کے مال واولاد سے تعجب میں نہ پڑ' اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں ۝

اہل دنیا سے مرعوب نہ ہونا: ان کے مال واولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ' ان کی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوۃ نکلے نہ اللہ کے نام خیرات ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم موخر ہے یعنی تجھے ان کے مال واولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں اللہ کا ارادہ اس سے انہیں اس حیات میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں' اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہِ ہدایت نصیب نہیں ہوگی' یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہی حشمت ووجاہت' مال ودولت جہنم کی آگ بن جائے گا۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب احب الدین الی اللہ ادومه (٤٣) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب فضیله العمل الدائم (٧٨٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب الصدقة من کسب الطیب (١٤١٠) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب قبول الصدقة من الکسب الطیب (١٠١٤)]

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝
لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں' حالانکہ وہ دراصل تمہارے نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں' اگر یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پا لیں تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر الٹے بھاگ دوڑیں ۝

منافقوں کی جھوٹی قسمیں اور برا رویہ: ان کی تنگ دلی اور ان کی غیر مستقل مزاجی' ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف وڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ سارے کے سارے دم بھر میں اس طرح اڑن چھو ہو جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بناء پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بجھتے چلے جا رہے ہیں مومنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی' موقعہ مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ ع

ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب رکھتے ہیں اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے نہ ملا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے ۝ اگر یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے' اور کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی ہم تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں ۝

منافق صرف مال وزر کے ساتھ راضی: بعض منافق آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے کہ آپ ﷺ مال زکوۃ صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ' اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا۔ انہیں کچھ مل جائے تو راضی راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو بس ان کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مال زکوۃ جب ادھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ انصاف نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں

ہے کہ ایک نومسلم صحرائی حضور اکرم ﷺ کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تباہ ہو اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہوگا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اور اس جیسوں سے بچو' میری امت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ جب نکلیں انہیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں مارو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں قسم اللہ کی نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں میں تو ایک خازن ہوں۔ جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویصرہ حرقوص نامی ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جا سکتی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازیں تمہیں حقیر معلوم ہوں گی اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم میں سے ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ تمہیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں [1] پھر ارشاد ہے کہ انہیں رسول ﷺ کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دلوایا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے' صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا ہماری امیدیں ذات الٰہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس اس میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر کرنا چاہئے توکل ذات واحد پر رکھے اسی کو کافی ووافی سمجھے رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھے' رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی اطاعت میں سر مو فرق نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انہیں بجا لانے اور جو منع کام ہوں انہیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انہیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّـفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ‌ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۝

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے' فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے ○

زکوۃ کے مصارف: اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرما دیا کہ تقسیم زکوۃ پیغمبر ﷺ کی مرضی پر موقوف نہیں

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب علامات النبوۃ فی الاسلام (۳۶۱۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب ذکر الخوارج وصفاتھم (۱۰۶۴، ۱۴۸) مسند احمد (۳/۵۶،۶۵)]

بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے، ہم نے آپ اس کی تقسیم کر دی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابو داؤد میں ہے، زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دلوایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کر دی ہے آٹھ مصرف مقرر کر دیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔ [1] امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دے دینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے، آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں، واللہ اعلم۔

فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے۔ گو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسکین فقیر سے بھی برے حال والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کماتا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے۔ اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقراء ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان فقراء کو مساکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔ اب وہ حدیثیں سنیئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں۔ فقراء، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقہ مال دار پر اور تندرست توانا پر حلال نہیں، [2] دو شخصوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کا مال مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کٹا، قوی، تندرست دیکھ کر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقتور کماؤ شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ [3] مساکین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ، دو لقمے، ایک کھجور، دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر مساکین کون لوگ ہیں؟

---

[1] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی (۱۶۳۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب الزکاۃ: باب ماجاء من لا تحل له الصدقة (٦٥٢) ابوداؤد: كتاب الزكاة: باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى (١٦٣٤) مستدرك حاكم (٤٠٧/١) صحيح ابن حبان (٨٠٦) مسند احمد (١٦٤/٢، ١٩٢) دارمی (٣٨٦/١)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الزکاۃ (١٦٣٣) صحيح ابوداود للألبانی]

آپ ﷺ نے فرمایا جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے۔ (1) صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔ آنحضرت ﷺ کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے اس عہدے پر نہیں آسکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ کا عامل بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ محمد اور آل محمد پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔ (2) جن کے دل پرچائے جاتے ہیں' ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپ ﷺ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کردی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ ﷺ کا میں ہی تھا۔ (3) بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے' جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک کو دیتا ہوں اور دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے' (4) ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا' اقرع بن حابس' عینیہ بن بدر' علقمہ بن علاثہ اور زید خیر' اور فرمایا میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔ (5) بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کرلیں۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں اسلامیوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے۔ ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام و فروغ کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر' واللہ اعلم۔

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب قول اللہ عزوجل لا یسئلون الناس الحافا (۱۴۷۹) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب المسکین انزل لا یجد غنی (۱۰۳۹) مسند احمد (۲/۳۹۵)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب ترك استعمال ال النبی علی الصدقة (۱۰۷۲) ابوداؤد : کتاب الخراج والفیئ (۲۹۸۵) نسائی : کتاب الزکاۃ (۲۶۰۸) مسند احمد (۴/۱۶۶)]

(3) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی سخائه (۲۳۱۳) ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم (۶۶۶) مسند احمد (۳/۴۰۱)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة (۲۷) و کتاب الزکاۃ (۱۴۷۸) نسائی : کتاب الایمان : باب تأویل قوله عزوجل قالت الاعراب امنا (۵۰۰۷) ابوداؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه (۴۶۸۳) مسند احمد (۱/۱۷۶)]

(5) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی والی عاد اخاهم هود (۳۳۴۴) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب ذکر الخوارج وصفاتهم (۱۰۶۴-۱۴۴) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب المؤلفة قلوبهم (۲۵۷۷) ابوداؤد : کتاب السنة (۴۷۶۴)]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عامر شعبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگانِ رب ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں آزادگی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنھوں نے رقم مقرر کر کے اپنے مالکوں سے اپنی آزادگی کی شرط کرلی ہے انہیں مال زکوٰۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہوا سے بھی مال زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادگی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے احادیث میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی' [1] اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔ [2] حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ کے ذمے حق ہے' وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو' وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو' وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔ [3] کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔ اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے' [4] قرضداران کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب کفارات الایمان : باب قول اللہ تعالی او تحریر رقبۃ (٦٧١٥) صحیح مسلم : کتاب العتق : باب فضل العتق (١٥٠٩)]

[2] [سورہ الصافات: آیت ٣٩]

[3] [حسن : ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب ماجآء فی المجاهد (١٦٥٥) ابن ماجه : کتاب العتق : باب المکاتب (٢٥١٨) نسائی : کتاب الجهاد : باب فضل الروحة فی سبیل اللہ عزوجل (٣١٢٠) مسند احمد (٢/٢٥١۔ ٣٤٧)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح : مسند احمد (٤/٢٩٩) صحیح ابن حبان (٣٧٤) مسند طیالسی (٧٣٩) بیهقی فی السنن الکبری (١٠/٢٧٢) مستدرك حاکم (٢/٢١٧) بغوی فی شرح السنة (٢٤١٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٥/١٤٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (٤/٢٤٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٨٦٤٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال اٹھ جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے پس انہیں مال زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل قبیصہ رضی اللہ عنہ بن مخارق ہلالی کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھہرو ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔ پھر فرمایا قبیصہ سن! تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو وہ جو ضامن پڑے پس اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اسے بھی سوال کرنا درست ہے یہاں تک کہ پیٹ بھرائی ہو جائے' تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گزرنے لگے ہیں' اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامانِ زندگی مہیا ہو جائے' ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے [1] (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا قدرتِ رب سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے لے لو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کچھ نہیں [2] (مسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے۔ وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تجھے خوب علم ہے میں نے یہ رقم کھائی نہ پی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل ورحمت سے جنت میں لے جائے گا [3] (مسند احمد) اللہ کی راہ' میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے۔ مسافر' جو سفر میں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب من تحل له المسألة (١٠٤٤) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب الصدقة لمن تحمل بحمالة (٢٥٧٨) ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب ماتجوز فیه المسألة (١٦٤٠) مسند طیالسی (١٣٢٧)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ: باب استحباب الوضع من الدین (١٥٥٦۔ ١٨) ابوداؤد: کتاب البیوع: باب فی وضع الجائحة (٣٤٦٩) ابن ماجه: کتاب الاحکام: باب تغلیس المعدم والبیع (٤٩٩٢) ترمذی: کتاب الزکاۃ: باب ماجاء من تحل له الصدقة (٦٥٥) نسائی: کتاب البیوع: باب وضع الجوائح (٤٥٤٣) مسند احمد (٣/٣٦)]

[3] [ضعیف: مسند احمد (١/١٩٧، ١٩٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٧٠٨)] اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ اور قیس بن زید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ [دیکھئے: المیزان (٣٨٧٩، ٦٩١٣)]

بے سروسامان رہ گیا ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے' گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو۔ یہی حکم ان کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اسے بھی سفر خرچ مال زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اسے آمدورفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو' دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے' تیسرا قرضدار' چوتھا راہ الٰہی کا غازی مجاہد' پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو۔ [1] اور روایت میں ہے زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے' ہدیے کے دے یا اپنے ہاں بلالے۔ [2] زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر' اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے' وہ اپنے قول' فعل' شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہلکے کان کا ہے' تو کہہ دے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے' رسول اللہ (ﷺ) کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے ○

نبی ﷺ کو ایذا دینے والے منافق: منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر رب ﷺ کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سنا مان لیا۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کرلے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا اچھی سننے والا اور صادق وکاذب کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں مانتا ہے اور باایمان لوگوں کی سچائی

---

[1] [صحیح: ابن ماجه: كتاب الزكاة: باب من تحل له الصدقه (١٨٤١) ابوداؤد: كتاب الزكاة: باب من يجوز له اخذ الصدقه وهو غنى (١٦٣٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، ارواء الغليل (٨٧٠)]

[2] [ضعیف: ابوداؤد (١٦٣٧) ابن ابی شيبة (٢١٠/٣) بيهقي (٢٣/٧) مسند احمد (٣١/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں، کیونکہ اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

بھی جانتا ہے وہ مومنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے رسول اللہ ﷺ کے ستانے والوں کے لئے دکھ کی مار ہے۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا جاتے ہیں' حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے ○ کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' یہ ہے زبردست رسوائی ○

اللہ اور رسول کے مخالف کے لیے آتش جہنم: واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اس نے کہا واللہ! حضور اکرم ﷺ کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور کودن پنے میں کوئی شک نہیں۔ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ پروردگار! تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ [1] کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت ورسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومی طالع' اس سے زیادہ رسوائی اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی؟

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے' کہہ دے کہ تم مذاق اڑاتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو ○

منافقوں کو خدشہ کہ کہیں ان کا نفاق ظاہر نہ ہو جائے: آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوفزدہ رہتے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے' اور آیت میں ہے تیرے سامنے آکر وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۹۲۲)]

سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ [1] یہاں فرماتا ہے دینی باتوں مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑا لو اللہ تعالیٰ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے اور ایسی نشانیاں تیری سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب ولہجے سے ہی انہیں پہچان لے۔ [2] اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾

اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے تو کہہ دے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں ○ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے ○

اللہ، نبی اور قرآن سے منافقوں کا مذاق: ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے پیٹو بڑے فضول اور بڑے بزدل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس بول رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہاری ہنسی کے لئے اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ اور قرآن ہی رہ گیا ہے یاد رکھو! اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی کریں گے اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے یہ منافق آپ ﷺ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اس نے اسی وقت اسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگ تبوک کے موقعہ کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ [3]

(ف) سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ تھے۔ یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ اس پر ان کے دوسرے سردار مخشی نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا۔ کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ہیں ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے

---

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۸] [2] [سورۃ محمد: آیت ۲۹، ۳۰]

[3] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۹۲۸)]

تھے؟ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے عذر معذرت کرنے لگے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی۔ ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری تعالیٰ نے درگزر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگزر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھا اور سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرتا کہ یہ دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے' اور ان کی نعش بھی نہ ملی' رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ [1] ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات کو فتح کریں بھلا اس عقلمندی اور دور بینی کو تو دیکھئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل رہے تھے۔ ہاں ان میں سے ایک شخص تھا جسے انشاءاللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہوگا یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ میں تیرے پاک کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے' پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے۔ یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گو زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے۔ یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی ہنسی اڑائی۔ ہم اگر کسی سے درگزر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہوگا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس مقولۂ کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

وقف لازم

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ‌ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ‌ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ‌ؕ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ؕ هِىَ حَسۡبُهُمۡ‌ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ‌ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌۙ ﴿۶۸﴾

تمام منافق مرد و عورت آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا' بے شک منافق ہی فاسق و بدکردار ہیں ○ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' وہی انہیں کافی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے' اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے ○

---

[1] [مرسل : سيرة ابن هشام (٤/١٢١،١٢٢)]

منافقوں کا وصف برائی کا حکم دینا: منافقوں کی خصلتیں مومنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مومن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں' مومن سخی ہوتے ہیں' منافق بخیل ہوتے ہیں' مومن ذکرِ اللہ میں مشغول رہتے ہیں' منافق یادِ الٰہی بھلائے رہتے ہیں۔ اسی کے بدلے اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے۔ منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں گمراہی کی چکر دار بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں' ان منافقوں اور کافروں کی ان بد اعمالیوں کی سزا ان کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے وہ ابدالآباد تک رہیں گے وہاں کا عذاب انہیں بس ہوگا' انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کے لئے اس نے دائمی اور دیرپا عذاب رکھے ہیں۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے' پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم نے بھی اس طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی' ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوئے' یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ○

سابقہ ہلاک ہونے والے کفار سے عبرت حاصل کرو: ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح عذاب پہنچے' خلاق سے مراد یہاں دین ہے' جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا۔ ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سودمند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔ لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ ﷺ کی کون لوگ ہیں؟ کیا اہل کتاب؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون؟ [1] اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب ماذکر عن بنی اسرائیل (۳۴۵۶) صحیح مسلم : کتاب العلم : باب اتباع سنن الیھود و النصاری (۲۶۶۹)]

﴿كَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے کیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگ ہیں ہی کون؟ [1] اس حدیث کے شواہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔

اَلَمۡ يَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۙ وَقَوۡمِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡيَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ ؕ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ۝

کیا انہیں اپنے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اہل موتفکات' ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے' اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۝

مختلف کافر اقوام کی ہلاکت باعثِ عبرت: ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو' دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح علیہ السلام کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو' عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو' ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگہ دوز کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا' نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے' قومِ شعیب انہی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی' جو مدین کی رہنے والی تھی' قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اپنے نبی لوط علیہ السلام کے نہ ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوندِ زمین کر دیا' ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی' بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا کتاب اتار دی رسول بھیج دیئے حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے کتاب الٰہی کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی پس لعنتِ الٰہی اتری' اور انہیں خاکِ سیاہ کر گئی۔

وقف لازم

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُولٰۤـئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝

مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور دوست ہیں' بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے

---

[1] [حسن صحيح : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب افتراق الامم (٣٩٩٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔
[صحيح ابن ماجه ، ظلال الجنة (٧٢، ٧٤)]

ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مانتے رہتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے ○

مسلمان ایک دوسرے کے دوست: منافقوں کی بد خصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفتیں بیان فرمارہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں' ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں' صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا' [1] اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستیوں اور سلوکوں میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بے داری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ [2] یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے' سب کو بھلائیاں سکھاتے ہیں اچھی باتیں بتلاتے ہیں برے کاموں سے بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں۔ حکم الٰہی بھی یہی ہے' فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے' یہ نمازی ہوتے ہیں' ساتھ ہی زکوۃ بھی دیتے ہیں تا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو' اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجا لائے جس سے روکا رک گئے' یہی لوگ ہیں جو رحم ربانی کے مستحق ہیں' یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایمانداروں اور غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے۔ اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں۔ اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے؟ جو چاہے کرے' وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع

ان ایماندار مردوں عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب تشبیك الاصابع فی المسجد وغیرہ (٤٨١) و کتاب المظالم (٢٤٤٦) ترمذی : کتاب البر و الصلة (١٩٢٨) نسائی : کتاب الزکاة : باب اجر الخازن (٢٥٥٩) مسند احمد (٤/٤٠٤، ٤٠٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الادب : باب رحمة الناس والبهائم (٦٠١١) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تراحم المومنین (٢٥٨٦) مسند احمد (٤/ ٢٧٠)]

جنت اور اہل جنت: مومنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر وثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں، ہمیشگی کی راحتیں، باقی رہنے والی جنتیں، جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند وبالا خوبصورت مزین صاف ستھرے آرائش وزیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی کل چیزیں بھی ان میں اور دیدارِ الٰہی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا۔ مومن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔ [2] آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے' نماز قائم رکھے' رمضان کے روزے رکھے' اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنایا ہے ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان میں' پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے اونچی ہے اور سب سے بہتر جنت ہے جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے' [3] فرماتے ہیں اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو [4] یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں موذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس ۱۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق اللہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٨٧٨) و کتاب التوحید (٧٤٤٤) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اثبات رؤیة المومنین فی الآخرة ربهم (١٨٠) ابن ماجه: کتاب السنة (١٨٦) ترمذی: کتاب صفة الجنة (٢٥٢٨) مسند احمد (٤/٤١١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب حور مقصورات فی الخیام (٤٨٧٩)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠) مسند احمد (٢/٣٣٥، ٣٣٩)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (٦٥٥٥) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (٢٨٣٠)]

میں سے ایک ہی شخص کو ملے گا مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی (۱) جو شخص میرے لئے وسیلہ کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگئی۔ (۲) فرماتے ہیں میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔ (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں جنت کی باتیں سنایئے اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی' اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں' اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔ (۴) فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے۔ ایک اعرابی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھا کلام کرے' کھانا کھلائے' روزے رکھے' اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔ (۵) فرماتے ہیں کوئی ہے جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو؟ واللہ! جنت کو کوئی چار دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری وساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میووں کے گچھے ہیں اور خوش جمال خوبصورت پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں' مقام ہے ہیشگی کا' گھر ہے سلامتی کا' میوے ہیں لدے پھدے' سبزہ ہے پھیلا ہوا' کشادگی اور راحت ہے' امن وچین ہے' نعمت اور رحمت ہے' عالیشان خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں' یہ سن کر لوگ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ کہو۔ پس لوگوں نے انشاء اللہ کہا۔ (۶)

پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۷۵۸۸) ترمذی : کتاب المناقب (۳۶۱۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۵۷۶۷)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب استحباب القول مثل قول المؤذن (۳۸۴) ترمذی : کتاب المناقب (۳۶۱۴) ابوداؤد : کتاب الصلاۃ (۵۲۳)]

(۳) [صحیح : طبرانی اوسط کما فی المجمع (۳۳۳/۱)]

(۴) [صحیح : مسند احمد (۳۰۴/۲) مسند طیالسی (۲۰۸۳-۲۰۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۸۰۴۳)]

(۵) [صحیح : ترمذی : کتاب الاطعمۃ : باب ماجاء فی قول المعروف (۱۹۸۴) مسند ابویعلی (۴۲۸) ابن ابی شیبۃ (۶۲۵/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۲۳۳۵)]

(۶) [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب صفۃ الجنۃ (۴۳۳۲)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (۳۲۵/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ، السلسلۃ الضعیفۃ (۳۳۵۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت !وہ کہیں گے ﴿لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ﴾ پوچھے گا کہو تم خوش ہو گئے۔ وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے ؟ تو نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ! اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو! میں نے اپنی رضا مندی تمہیں عطا فرمائی آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ [1] حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا کچھ اور چاہئے تو دوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ! جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضا مندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔ [2] امام حافظ ضیاء مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ
جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ
الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ
اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ
يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي
الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ اور ان پر سختی کرتا رہ' ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے' جو نہایت بدترین جگہ ہے ○ یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا' حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا جو پورا نہ کر سکے یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ نے دولتمند کر دیا' اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کرے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا ○

منافقوں کے خلاف جہاد: کافروں' منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا' مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا' کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی' پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں' فرماتا ہے ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٤٩) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب احلال الرضوان على اهل الجنة (٢٨٢٩) ترمذی (٢٥٥٥) مسند احمد (٨٨/٣)]

[2] [صحيح : مستدرك حاكم (٨٢/١) ابو نعيم فى صفة الجنة (٢٨٣)] امام حاکمؒ اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح الجامع الصغير (٥٢٤) السلسلة الصحيحة (١٣٣٦)]

﴿الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [1] حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں، فرماتا ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [2] الخ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہیں مانتے، دین حق کو قبول نہیں کرتے، ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کر لیں، تیسری تلوار منافقین میں، ارشاد ہوتا ہے ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں، فرمان ہے ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ [3] باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آ جائیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے ورنہ جب تک کام چلے زبانی کافی ہے جیسا موقعہ ہو کر لے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی، حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہر اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں، یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہو گئی۔ جہنی شخص انصار پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ! ہماری اور اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہی مثال ہے کہ ”اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے“۔ واللہ! اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گفتگو دہرادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج وصدمہ ہو رہا تھا۔ اس کی خبر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخش دے۔ نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کا نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی وہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے اور بے شک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا

---

[1] [سورۃ التوبۃ: آیت ٥]
[2] [سورۃ التوبۃ: آیت ٢٩]
[3] [سورۃ الحجرات: آیت ٩]
[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٨٩)]

ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضور اکرم ﷺ کے گوش گزار کی، لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی بیان فرمائی۔ لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہو گیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری میں ہے [1] لیکن اس جملے تک کہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی، ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو، اس کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تبوک کے واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی تھے۔ ان میں جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر خدمت ہوئے اور ساری بات آپ ﷺ کو کہہ سنائی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے۔ [2] یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد ابن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں، واللہ اعلم، اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبا سے آ رہے تھے کہ دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن رب! میں تیری اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دوں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن کریم نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ جائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں، چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا اور تمام بات حضور اکرم ﷺ کو مع اپنے ڈر کے سنا دی۔ [3] ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا خبردار! تم اس سے کلام نہ کرنا، اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟ وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے درگزر فرما

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله هم الذين يقولون لا تنفقوا (٤٩٠٦)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٤٦٤)] [3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٨٢)]

لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔ [1] اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ تھا کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بات کہہ دی تھی قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنا دیں گو رسول اللہ ﷺ راضی نہ ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر آدمیوں نے غزوہ تبوک میں راستے میں حضور اکرم ﷺ کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا' چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا نکیل تھامتا تھا۔ ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں للکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تم نے انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا' جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔ ہم نے کہا حضور ﷺ! ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا دیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد ﷺ پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی کہ اے اللہ! ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔ [2]

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور اکرم ﷺ نے اعلان کرا دیا کہ میں عقبہ کے راستے میں جاؤں گا۔ اس راہ کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آ گئی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے آپ ﷺ کی سواری نیچے کی طرف چلانی شروع کر دی۔ جب نیچے کا میدان آ گیا آپ ﷺ سواری سے اتر آئے اتنے میں عمار رضی اللہ عنہ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں۔ پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے چاہا تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں۔ ایک سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا چودہ۔ آپ نے فرمایا اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ۔ حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے۔ انہوں نے کہا واللہ! ہم نے نہ تو منادی کی ندا سنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بدارادے کا علم تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ و رسول ﷺ سے لڑائی کرنے والے ہیں دنیا میں اور

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦۹۸۸)]

[2] [**ضعیف** : بیهقی فی دلائل النبوة (۵/ ۲٦۰)] ابوالبختری کا حذیفہؓ سے سماع ثابت نہیں۔]

آخرت میں بھی۔ [1] امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں، واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی۔ لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلاؤ۔ اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے۔ ان میں سے بارہ تو دشمن الٰہی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی ندا سنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم اس لئے معذور رکھا گیا۔ گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا آپ نے فرما دیا تھا کہ مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ [2] آپ کا فرمان ہے کہ میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے مونڈھوں پر آتشی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔ [3] اسی باعث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ واللہ اعلم۔

طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں۔ معتب بن قشیر، ودیعہ بن ثابت، جد بن عبداللہ بن نبتل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس ابن قیظی اور حارث بن سوید اور سعد بن زرارہ اور قیس بن فہد اور سوید اور داعس قبیلہ بنو حبلی کے اور قیس بن عمرو بن سہل اور زید بن لصیت اور سلالہ بن حمام یہ دونوں قبیلہ بنو قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مالدار بنایا، اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا پورا فضل ہو جاتا تو انہیں ہدایت نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی، تم متفرق تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار رضی اللہ عنہم فرماتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے زیادہ احسان ہے۔ [4] الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ، بے قصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے، جیسے سورۂ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف ان کے ایمان کے باعث تھا۔ حدیث میں ہے کہ ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا

---

[1] [اسنادہ قوی : مسند احمد (۵/۴۵۳، ۴۵٤)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۶/۱۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو مسلم کی شرط پر قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳۷۹۲)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صفات المنافقین واحکامھم (۲۷۷۹۔ ۱۱) مسند احمد (۵/۳۹۰۔ ۳۹۱)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم (ایضا) مسند احمد (٤/۲٦۲، ۳۱۹)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان (٤۳۳۰) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اعطاء مؤلفۃ قلوبھم (۱۰٦۱)]

ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کاربند رہے تو انہیں دنیا میں بھی سخت سزا ہو گی قتل سے بھی اور صدمہ وغم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل وپست کرنے والے ناقابل برداشت عذابوں سے بھی' دنیا میں کوئی نہ ہوگا جو ان کی طرفداری کرے ان کے کام آئے ان سے برائی ہٹائے یا نفع پہنچائے یہ بے یارو مددگار رہ جائیں گے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے ○ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا ○ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کے دنوں تک کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے ○ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے ○

منافقوں کی ایک خصلت وعدہ خلافی: بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا (نوٹ) اس واقعہ میں ثعلبہ کا نام صحیح سند سے ثابت نہیں یہ آیت بھی منافقین کے بارے میں اتری ہے (محمد انور زاہد) یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس سے بہت اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ یہی درخواست کی تو آپ ﷺ نے سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ! اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور! واللہ! میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب قول اللہ تعالی وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ (۱۴٦۸) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعها (۹۸۳)]

جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہوگیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر وعصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں چھوٹ گئیں' مال اور بڑھتا گیا ہفتے کے بعد جمعہ کے لیے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اظہار افسوس کیا ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہینہ کا اور دوسرا قبیلۂ سلیم کا تھا انہیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلانے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ۔ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمان پیغمبر دکھا یا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ! یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے؟ اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنا۔ دوسرا شخص سلمی جو تھا اسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب۔ اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمایئے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔ اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل وہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے بھی ثعلبہ اور سلمی دونوں کا واقعہ کہہ سنایا۔ پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر یہ آیت بھی پڑھ سنائی۔ یہ حضرت ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔ یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہوگیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں؟

چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور منت سماجت کرنے لگا لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود

حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثناء میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔ [1] الغرض پہلے تو وعدے کیے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر، پھر پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخیلی کر گیا اور وعدہ شکنی کرلی، اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو اس وقت اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا۔ حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے امانت سونپی جائے خیانت کرے۔ [2]
کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ چھپے کھلے دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا ہے۔ یہ خالی بکواس ہے کہ مالدار ہو جائیں تو یوں خیراتیں کریں، یوں شکر گزاری کریں، یوں نیکیاں کریں، لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا رب خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہوجائیں گے اور دولت پاکر خرمستیاں، ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر و باطن سب اس پر روشن ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیراتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے انہیں کے لئے دکھ کی مار ہے ○

مسلمانوں پر طعنہ زنی کرنے والے منافق: یہ بھی منافقوں کی ایک بدخصلت ہے کہ ان کی زبان سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل، یہ عیب جو بدگو لوگ برے ہیں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بناء پر تھوڑا دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بڑی رقم دی، اسے تو ان منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا اور ایک صاحب بے چارے مسکین آدمی تھے صرف ایک صاع اناج لائے تھے، انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ [3]
ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۷۸۷۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۰۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں معان بن رفاعہ راوی لین الحدیث ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف و مردود قرار دیتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامات المنافق (۳۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی علامة المنافق (۲۶۳۲) ابوداؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان (۴۶۸۸) مسند احمد (۸۶۷۰)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب الذین یلمزون المطوعین (۴۶۶۸)]

سامنے گواہی دوں گا۔ اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامہ میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ کے اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا اس نے کہا سنبھال لیجئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس۔ تین مرتبہ یہی فرمایا' مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے' اور لپیں بھر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا' یعنی راہِ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے ہوں۔ [1] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس ۴۰ اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے' منافقوں نے ایک کو ریاکار بتلایا اور دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا۔ [2] ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بے نیاز ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے سب کو صدقہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوش میں بھی ہو؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں۔ فرمایا پھر کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار میں تو اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔ منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ [3]

بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو وسق کھجوریں دی تھیں۔ منافقوں نے اسے ریاکاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابوعقیل رضی اللہ عنہ تھے یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی کی اور ہجو کی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس میں ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٥/ ٣٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔ [مجمع الزوائد (٤٦٧٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں مجہول راوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٠٣٦٠)]

[2] [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبری (١٧٠١٨)] علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان منقطع ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبری (١٧٠١٩)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں [1] یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ ان کا نام حجاب تھا اور قول ہے کہ عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا' ان منافقوں کے لئے اخروی المناک عذاب ہیں۔ اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ
اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ؏ ۸۰

ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر' اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا' یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر کیا ہے' ایسے فاسق لوگوں کو اللہ کریم ہدایت نہیں دیتا ○

منافقین کے لئے استغفار: فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے۔ ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جو ستر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اور آیت میں فرما دیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ [2] عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حاضر خدمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے چلیں اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام ہے۔ اب آپ ان کے ساتھ ہو لئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینہ والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بھی گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے ہی نہ بخشنے کو فرمایا ہے تو میں ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا۔ [3]

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَ اَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ
لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ۸۲

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۲۹)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۴۵)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۴۴)]

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے' کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے ○ پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے ○

سورج کی گرمی برداشت کرنا بہتر یا جہنم کی گرمی؟ جو لوگ غزوہ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں ہی بیٹھنے پر اکڑ رہے تھے' جنہیں اللہ کی راہ میں مال وجان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا' جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لو کے تھپیڑے چل رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا سترواں حصہ ہے' جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے [1] اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکتے [2] حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہوگئی ایک ہزار سال جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔ [3] ایک بار آپ نے آیت ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [4] کی تلاوت کی اور فرمایا ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑ گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکے جانے سے سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں۔ [5] ایک حدیث میں ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے۔ ابو یعلی کی ایک غریب روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آ کر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد والے سب جل جائیں۔ [6] اور حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة النار وانها مخلوقة (٣٢٦٥) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب جهنم اعاذنا الله منها (٢٨٤٣)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢/٢٤٤) صحیح ابن حبان (٧٤٦٣) مسند حمیدی (١١٢٩)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی ایک سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٧٣٢٧)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة جهنم (٢٥٩١) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤٣٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (١٣٠٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورة البقرہ: آیت ٢٤]

[5] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (٧٩٩)] اس کی سند میں مبارک بن فضالہ قوی نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٦٦٧٠) ابونعیم فی الحلیة (٤/٣٠٧) الترغیب والترهیب (٤/٣٦٣) مجمع الزوائد (١٠/٣٩١)]

عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کے تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی ابل رہی ہوگی، اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔ [1] قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے۔ اور آیتوں میں ہے کہ ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے' ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم اور اور بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں۔ [2] اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے تو یقیناً یہ باوجود موسم گرمی کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں فدا کرنے پر تل جاتے۔ عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گزار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے اب اللہ تعالیٰ ان بد باطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں' لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا۔ اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت! رحم کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے' اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے رشتے کنبے کے ہو سنو! ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوا دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو' چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٦٢) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب شفاعة النبی لابی طالب (٢١٣) مسند احمد (٢٧١/٤)]

[2] [سورۃ النسآء: آیت ٥٦]

[3] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٤١٣٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة النار (٤٣٢٤)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔ [الزوائد (٣٢٣/٣)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحیحة (١٦٧٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے، ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے۔ اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو‘ تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو ○

دنیا چاہنے والے جہاد میں نہ جائیں: فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا دینے کے تو صاف کہہ دینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہیں‘ تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل آیت ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [1] الخ کے ہے۔ بدی کا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے۔ عمرۂ حدیبیہ کے بعد قرآن نے فرمایا تھا ﴿ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ ﴾ [2] الخ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیں‘ یہاں فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو‘ جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ان میں سے کوئی مرجائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا‘ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ○

منافق کا جنازہ پڑھانے کی ممانعت: حکم ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ ان میں سے کوئی مر جائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو‘ اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۰]
[2] [سورۃ الفتح: آیت ۱۵]

سلول کے بارے میں ہے۔ جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ ﷺ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دے دیا۔ پھر کہا کہ آپ ﷺ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھایئے' آپ ﷺ نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر ؓ نے آپ ﷺ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضور اکرم ﷺ! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا۔ تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر ؓ فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ یہ منافق تھا۔ تاہم حضور اکرم ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی اس پر یہ آیت اتری۔ (1) اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کی اقتدار میں تھے۔ اور روایت میں ہے حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ ﷺ اس اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں یوں کہا۔ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں۔ حضور اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا عمر! مجھے چھوڑ دے' اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی چلے دفن میں بھی موجود رہے۔ اس کے بعد مجھے اپنی گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی' کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضور اکرم ﷺ نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اسکی قبر پر آ کر دعا کی۔ (2) اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے ؓ نے آپ ﷺ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے؟ چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله استغفرلهم اولا ستغفرلهم (٤٦٧٠) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صفات المنافقین واحکامهم (٢٧٧٤) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة براءة (٣٠٩٨) مسند احمد (١٨/٢)]

(2) [صحیح: مسند احمد (١٦/١) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة براءة (٣٠٩٧) مسند عبد بن حمید (١٩) مسند بزار (١٩٣) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٠٧٠) صحیح ابن حبان (١٣٧٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، احکام الجنائز (٩٣، ٩٥)]

کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وہ خود وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ ﷺ پڑھائیں۔ اس کے لڑکے نے آ کر حضور اکرم ﷺ کو اس کی آرزو اور اس کی آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپ ﷺ کے پیراہن میں کفنایا جائے۔ آپ ﷺ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر اترے۔ [2] اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی۔ [3] لیکن یہ روایت ضعیف ہے، اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کو بلایا آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعائے استغفار کریں میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیراہن میں کفنائیں۔ [4] بعض سلف سے مروی ہے کہ کرتہ دینے کہ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس ؓ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتہ لیا وہ ٹھیک آ گیا یہ بھی لمبا پورا چوڑائی چکلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ ﷺ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتہ عطا فرمایا، [5] اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی۔ نہ کسی کے لئے استغفار کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ [6] حضرت عمر ؓ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ ؓ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہ ؓ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ ؓ کو حضور اکرم ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں رازدارِ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر ؓ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ ؓ نے چٹکی لے کر انہیں روک دیا۔

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۳/۳۷۱) نسائی فی السنن الکبری (۹٦٦٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٤۹۸٦)]

(۲) [منکر بذکر الوصیۃ: ابن ماجہ: کتاب الجنائز: باب فی الصلاۃ علی اہل القبلۃ (۱٥۲٤)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت وصیت کے ذکر کے ساتھ منکر ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ، احکام الجنائز: (ص ۱٦۰)]

(۳) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰٦۸)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۷٤)] قتادہ سے مرسل ہے۔]

(۵) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجھاد: باب الکسوۃ للاساری (۳۰۰۸)]

(٦) [صحیح: مسند احمد (٥/۲۹۹) مستدرک حاکم (۳٦٤) صحیح ابن حبان (۳۰۵۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳/٤۰۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲٥٥٥)]

جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھی جانے تک ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ملتے ہیں' پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ فرمایا سب سے چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ [1] اسی طرح یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال وجواب ہو رہا ہے۔ [2]

وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا
وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾

ان کے مال واولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں ○

اسی مضمون کی آیت کریمہ گزر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمد للہ لکھ دی گئی ہے جس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ
مِنۡهُمۡ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ
وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۸۷﴾

جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے ○ یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے ○

جہاد منافق کے بس کا کام نہیں: ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت' طاقت' قوت ہوتے ہوئے جہاد

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب من انتظر حتی تدفن (۱۳۲۵) صحیح مسلم : کتاب الجنائز : باب فضل الصلاة علی الجنازة (۹۴۵) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی فضل الصلاة علی الجنازة (۱۰۴۰) ابوداؤد : کتاب الجنائز : باب فضل الصلاة علی الجنازة (۳۱۶۸) مسند احمد (۴۰۱/۲)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجنائز : باب الاستغفار عند القبر للمیت (۳۲۲۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، احکام الجنائز (ص : ۱۵۶)]

کے لئے نہیں نکلتے جی چرا جاتے ہیں اور حکم الٰہی سن کر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے۔ لشکر چلے گئے یہ نامردزنانے عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں۔ چنانچہ ایک اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو اور جہاں وہ موقع گزر گیا کہ اب لگے چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے۔ امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند و بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ ایمان دار تو سورت اترنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے جہاں سورت اتری، اور جہاد کا حکم سنا کہ آنکھیں بند کر لیں۔ ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بد اعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ۧ

رکوع

لیکن خود رسول (ﷺ) اور اس کے ساتھ ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ○ انہیں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

جہاد صرف سچے مومن کا کام: منافقوں کی مذمت اور ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مومنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے۔ یہ جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں۔ یہ جان و مال اللہ کی راہ میں فدا کرتے رہتے ہیں، انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں۔ یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہی کے لئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنے والے یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں۔

وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں اب تو ان میں سے جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی ○

جھوٹے عذر پیش کرنے کا انجام: یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزور ضعیفی، بے طاقتی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں۔ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ﴾ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور اکرم ﷺ سے رک رہنے کی اجازت چاہی۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے۔ لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے وہی زیادہ ظاہر ہے، واللہ اعلم۔ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں، اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے ○ ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں ○ بے شک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہی پر ہے جو باوجود دولتمند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے، جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں ○

جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے شرعی عذر: اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں۔ پس ان سببوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے

کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھا پن یا لنگڑا پن' کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو' دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامان سفر' سامانِ جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں ۔لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیے۔مسلمانوں کے دین الٰہی کے خیر خواہ بنے رہیں اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں' ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں' اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے' حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی سے پوچھا کہ ہمیں بتلایئے اللہ کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آجائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نمازِ استسقاء کے لئے میدان میں نکلے' ان میں حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ بھی تھے۔آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین !کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب اللہ کے گنہگار بندے ہو؟ سب نے پورا اقرار کیا۔اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں۔ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما' ہم پر رحم فرما' ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا اب آپ رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے۔رحمت ربانی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشی تھا سورہ براءت جب اتر رہی تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے؟ جو ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم !میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجا لا سکتا ہوں؟ اسی وقت یہ آیت اتری۔[1] پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم !ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تاکہ ہم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ واللہ !میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غمزدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہم رکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے۔پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔[2]

---

[1] [الدرالمنثور للسیوطی (٣/٤٧٨) تفسیر ابن ابی حاتم (١٨٦٦/٦)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٠٩٤)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے سالم بن عمیر، بنی واقف کے ھرمی بن عمرو، بنی مازن کے عبدالرحمٰن بن کعب، بنو معلّٰی کے سلمان بن صخر، بنی سلمی کے عمرو بن عنمہ، اور عبداللہ بن عمرو مزنی، اور بنو حارثہ کے عبدالرحمٰن بن زید۔ بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے۔ انہیں نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول رسولوں کے سرتاج ﴿صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَسَلَّمَ﴾ کا فرمان ہے کہ اے میرے مجاہد ساتھیو! تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رکے ہیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ انہیں بیماریوں نے روک لیا ہے [2]

پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں مال دار، ہٹے کٹے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آ کر بہانے تراش تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے، عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں۔ فرمایا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہرِ الٰہی لگ چکی ہے، اب وہ اپنے بھلے برے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ تفسیر ابن کثیر اردو کا دسواں پارہ مکمل ہوا۔



---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب من حبسه العزر عن الغزو (٢٨٣٩)، (٤٤٢٣) ابو داؤد: کتاب الجهاد (٢٥٠٨) مسند احمد (١٠٣/٣)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارة: باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض (١٩١١) مسند احمد (٣٠٠/٣)]